

لَا تُكَلِّمُ فِي دِينِهِ وَلَا فِي عَمَلِهِ وَلَا فِي شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهِ

# امین اوسکاروی کا

## تَعْقِلُوب

یہ کتاب امین اوسکاروی کے شاگرد حضرت امام سید ابو سعید امین  
علیہ السلام کے ہم جماعت ہیں۔ ان کی یہ روایت نقلی باللبول کا شرف پا چکی ہے۔ اس کے مقابلہ  
میں آپ اس پر ایسی مضر جرح کریں جو متعلق علیہ بھی ہو اور ان کا ثبوت بھی تو اترے ہو۔ جس  
روایت کو نقلی باللبول کا شرف حاصل ہو اس کو رد کرنے میں ہرگز شراکت نہیں ہے۔



حافظ زبیر علی زئی

نعمان پبلیکیشنز





## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِیْقِ الْإِسْلَامِیِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

**PDF** کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)



دارالعلوم دیوبند و مکتبہ اہل سنت و جماعت

# الامین اور کاروباری کا قلب

تالیف

حافظ زبیر عثمانی

پیشوا اہل سنت

# فہرست عنوانات

۲۱	اوکاڑوی صاحب اور اہل حدیث	۵	مقدمۃ الکتاب
۲۲	لاڈکانہ سندھ کا مناظرہ	۵	اہل حدیث اہل حق ہیں
۲۳	تجلیاتِ مقدر	۶	اوکاڑوی صاحب اور قادیانی باغ
۲۴	داڑھی منڈا دیوبندی مولوی	۷	دیوبند اور انگریز
۲۴	نور العینین	۷	دیوبند اور ہندو
۲۴	علی محمد حقانی	۸	دیوبند اور قادیانیت
۲۵	محمد ولی درویش دیوبندی	۸	بریلوی اور دیوبندی اختلاف
۲۶	تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ	۹	سندھ کا مناظرہ
۲۷	دیوبندی حضرات اہل سنت نہیں ہیں	۱۲	آٹھ تراویح اور اکابر دیوبند
۲۹	امام ابو حنیفہ کے باغی	۱۲	اکاذیب اوکاڑوی
۶۳	لطیفہ	۱۳	پیش لفظ
۶۶	علی بن الجعد اور صحیح بخاری	۱۷	اوکاڑوی کا تعاقب
۶۹	اوکاڑوی صاحب جواب دیں	۱۷	امین اوکاڑوی کا تعارف
۷۲	نور المصاحح	۱۷	گستاخِ رسول (ﷺ)
۸۰	سنت خلفائے راشدین	۱۸	اوکاڑوی حیاتی کا کذب و افتراء
۸۴	اطراف	۲۰	اوکاڑوی حیاتی کے تناقضات
۸۴	فہرست رجال	۲۱	اوکاڑوی صاحب کا عقیدہ

## پیش لفظ

عرصہ دراز سے دین کے نام پر ”اوکاڑوی کلچر“ کو فروغ دیا جا رہا ہے، جو کہ ظلمات، تحریفات، اکاذیب، اور غلط تاویلات کا پلندہ ہے، غیر جانبدار عام آدمی بھی اس حقیقت کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس گمراہ کا مقصد حیاتِ عامل بالقرآن والحدیث کی تحقیق و تجہیل، تھلیل و تھقیح اور تمسخر و تشنیع ہے بلکہ اس گمراہ کے سرغنہ ماسٹر محمد امین سے تو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی محفوظ نہیں رہے دیکھئے یہی کتاب ص ۱۷، وحاشیہ تفہیم البخاری: ۱/۳۷۰ وغیرہ۔

زیر نظر کتاب کا پس منظر کچھ اس طرح ہے کہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تراویح آٹھ رکعات سنت ہیں کے موضوع پر ”نور المصابیح“ نامی ایک رسالہ لکھا جو کہ عوام و خواص میں بہت مقبول ہوا، اسی رسالہ پر عادت سے مجبور ہو کر اوکاڑوی صاحب نے ہرزہ سرائی کی تو جواب میں استاذ محترم نے اس کے اوہام و فریب کی قلمی اتار کر عوام الناس پر حقیقت حال کو ”اوکاڑوی کا تعاقب“ کی صورت میں آشکارا کیا۔

اللہ رب العزت استاذ محترم کی اس سعی عظیم کو قبول فرمائے۔ اور اس کتاب کو ذریعہ ہدایت بنائے۔ (آمین)

حافظ ندیم ظہیر

مدرسہ اہل حدیث حضرو

(۲۹۔ جولائی ۲۰۰۴ء)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقدمة الكتاب

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الامين ، أما بعد :

یہ کتاب ”امین اوکاڑوی کا تعاقب“ ایک کھلا خط ہے جسے امین اوکاڑوی صاحب کی زندگی میں ان کی خدمت میں بھیجا تھا مگر وہ اس کتاب کی اصل شرط کے مطابق جواب نہ دے سکے، اب افادہ عام کے لئے اسے جمع و تنقیح کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

اہل حدیث اہل حق ہیں:

اوکاڑوی صاحب دن رات، اہل حدیث کو غیر مقلدین کہہ کر خوب مذاق اڑایا کرتے اور اہل حق اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیتے تھے، جبکہ اس کے سراسر برعکس مفتی کفایت اللہ دہلوی: دیوبندی (متوفی ۱۹۵۲ء) فرماتے ہیں:

”جواب۔ ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں، ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔ محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعت سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے“ (کفایت المفتی: ۳۲۵/۱: جواب نمبر: ۲۷۰)

۱: مفتی کفایت اللہ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

”غیر مقلدین کے پیچھے غفلت کی نماز چاہئے“ (کفایت المفتی: ۳۲۷/۱: جواب: ۳۷۳)۔

دیوبندیوں کے مدد و روح اور تفسیر حقانی کے مؤلف عبدالحق دہلوی صاحب (متوفی ۱۳۳۶ھ) لکھتے ہیں کہ:

”اور اہل سنت: شافعی، حنبلی، مالکی حنفی ہیں اور اہل حدیث بھی ان ہی میں داخل ہیں“ (عقائد الاسلام: ص ۳)

تشبیہ: یہ کتاب ”عقائد الاسلام“ جناب محمد قاسم نالوتوی، بانی فرقہ دیوبندیہ کی پسند فرمودہ ہے۔

دیکھئے عقائد الاسلام: ص ۲۶۴۔

دیوبندیوں کے مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب، مودودی صاحب کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”تقریباً دوسری تیسری صدی ہجری میں اہل حق میں فردی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلاف افکار کے پیش نظر پانچ مکاتب فکر قائم ہو گئے ہیں یعنی مذاہب اربعہ اور اہل حدیث۔ اس زمانے سے لے کر آج تک انہی پانچ طریقوں میں حق کو محض سمجھا جا رہا“

(احسن الفتاویٰ: ۳۱۶/۱)

دیوبندیوں کے پیر عنایت اللہ شاہ گجراتی ممانی اپنے قلم سے مع دستخط لکھتے ہیں کہ:

[illegible]

اوکاڑوی صاحب اور قادیانی باغ:

ماسٹر امین اوکاڑوی کے بھائی میاں محمد افضل صاحب لکھتے ہیں کہ:

۱۹۴۹ء میں والد صاحب نے چک نمبر R-4/1 کی رہائش ترک کر دی اور چک L-2/55 میں اقامت گزریں ہو گئے تاکہ برادر بزرگ مولانا محمد امین مسعود فیروز مقلدین سے دور رہیں اور راہ ہدایت پر واپس لوٹ آئیں۔ اس گاؤں میں رہ کر والد صاحب نے چوہدری غلام قادر (قادیانی) کا باغ کاٹا اور تقریباً سترہ سال قادیانی کی ملازمت بڑی خودداری اور غیرت اسلامی کے ساتھ کی۔“

(ماہنامہ الخیر کا مین ادکاڑوی نمبر، اشاعت خاص: ص ۶۰۹)

محمد اسلم زاحد دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”مولانا محمد اسحاق صاحب مظفر گڑھ والے سفر حج کے دوران مفتی سعودی عرب عبدالعزیز بن باز کے کمرہ میں چلے گئے، وہ لینے ہوئے تھے، مولانا نے ان کے تاہن سے دو سوال کئے، بن باز صاحب جاگ رہے تھے وہ کہنے لگے: ان کو نکال دو یہ مولانا محمد امین کا شاگرد معلوم ہوتا ہے، مولانا نے دریافت کیا: کیا کسی حدیث میں ہے کہ مولانا امین کے شاگرد کو جواب نہیں دیتا؟ بن باز کہنے لگے: اب تو مجھے پکا یقین ہو گیا ہے کہ یہ محمد امین کا شاگرد ہے اس کو فوراً نکال دو“ (امین ادا کاڑی کی علمی مجالس ص ۲۶۱ مطبوعہ: دارالحدیث پبلشرز)

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱: سعودی عرب کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) شیخ الاسلام عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ، اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔

۲: امین اوکاڑوی صاحب، سعودی علماء کے نزدیک، ناپسندیدہ شخصیت تھے۔

دیوبند اور انگریز:

سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ نے جب انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا (علماء ہند کا شاعر ارمائی، ۱۷۹۴ء) از قلم سید محمد میاں دیوبندی، انگریز کے باغی مسلمان، جس ۲۹۳، از قلم جانا بزمرا) اس وقت

دیوبندی علماء خانقاہوں اور مدارس میں روپوش تھے، کسی نے بھی جہاد کا فتویٰ نہیں دیا، بلکہ وہ اس کے برعکس انگریزوں کی فوج میں خضر علیہ السلام کو دیکھ رہے تھے؟!

دیوبندیوں کے مولوی فضل الرحمن سبغ مراد آبادی نے ایک دن کہا:

”لو نے کیا قائد؟ خضر کو میں انگریزوں کی صف میں پار ہوں“ (حاشیہ سوانح قاسمی: ۱۰۲/۲۰۱ و حاشیہ علمائے ہند کا شاندار ماضی: ۱۸۰/۳۰)

مولوی عاشق الہی میرٹھی دیوبندی نے محمد قاسم نانوتوی ورشید احمد گنگوہی وغیرہما کے بارے میں لکھا ہے کہ:

”اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے ولی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے“ (تذکرۃ الرشید: ۷۱/۱)

مہربان سرکار (یعنی انگریزی حکومت) تازیست (یعنی ساری زندگی)۔

برٹش اڈیا کے لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز پامرنے مدرسہ دیوبند کا محاسبہ کیا اور درج ذیل الفاظ لکھے:

”یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار و مدد و معاون سرکار ہے“

(محمد احسن نانوتوی ص ۲۱۷ تصنیف: محمد ایوب قادری دیوبندی، دفتر العلماء ص: ۶۰)

جتب اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب گئے بارے میں بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ: ”انگریزی“ حکومت کی طرف سے انہیں چھ سو روپیہ ماہوار ملتا تھا۔ (مکالمہ الصدرین ص ۹، تقریر شبیر احمد عثمانی، دیوبندی)

اس بات کا تذکرہ، تھانوی صاحب نے الافاضات الیومیہ (۵۶/۶، ملفوظ نمبر: ۱۰۸) میں بھی کیا ہے۔

دیوبند اور ہندو:

مدرسہ دیوبند (کی تعمیر) کے لئے جن ہندوؤں نے چندا دیا تھا بعض کے نام درج ذیل ہیں:

”فشی تلسی رام، رام سہائے، فشی بردواری لال، لالہ بجاتا، چنڈت سری رام، فشی موتی لال، رام لال، سیدوارام سوار“

(سوانح قاسمی: ۳۱۷/۲)

قاری طیب دیوبندی، مہتمم ”دارالعلوم“ دیوبند فرماتے ہیں کہ:

”چنانچہ دارالعلوم کی ابتدائی رودادیں بہت سے ہندوؤں کے چندے بھی لکھے ہوئے ہیں“ (خطبات حکیم الاسلام: ۱۳۹/۹)

ایک غیر اہل حدیث، اور دیوبندیوں کے محمود مولوی صاحب نے کرم داس گاندھی کے بارے میں اعلان کیا:

”البتہ یہ جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد میرے اوپر گاندھی جی کا حکم نافذ ہے“

(کتاب: شیخ الاسلام حسین احمد مدنی، تصنیف: فرید الوحیدی دیوبندی، ص: ۳۵۰)

ان دیوبندی ہندو تعلقات کو اس وقت عروج حاصل ہوا جب دیوبند کی صد سالہ تقریب میں آنجمنائی اندرا گاندھی کو بطور مہمان خصوصی بلایا گیا اور اس نے وہاں تقریر کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



دیوبند اور قادریانیت:

ایک دفعہ کسی شخص نے جوش میں مرزا غلام احمد قادری (کذاب و جال) کو برا کہہ دیا تو اشرف علی

تھانوی دیوبندی صاحب بولے:

”یہ زیادتی ہے تو حید میں ہمارا ان کا کوئی اختلاف نہیں، اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدہ ختم رسالت

میں بات کو بات کی جگہ پر رکھنا چاہئے“ (چی باتیں: ص ۲۱۳، تصنیف: عبدالماجد ریادی و ترتیب: حکیم ہلال اکبر آبادی)

محمد حسین بنالوی (اہل حدیث) کے مقابلے میں (دیوبندی و بریلوی حضرات اپنا جو مناظر لائے تھے اس کا نام غلام

احمد دیا بی ہے، دیکھئے بشیر احمد قادری دیوبندی کی کتاب ”ترک تقلید کے بھیا نک ستارح“ (ص ۴۷، ۴۸)

محمد قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نئی پیدا ہوتی پھر بھی حاصیہ محمدی میں کچھ فرق نہیں پڑے گا“ (تخذیر الناس: ص ۸۵)

مفتی کفایت اللہ الدہلوی دیوبندی فرماتے ہیں کہ:

”اگر یہ شخص خود مرزائی عقیدہ اختیار کرنے والا ہے یعنی اس کے ماں باپ مرزائی نہ تھے تو یہ مرتد ہے، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست نہیں،

لیکن اگر اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مرزائی تھا تو یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے، اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے“

(کفایت المفتی: ۱۳۱۲: جواب: ۳۴۹)

ص ۶ پر گزر چکا ہے کہ امین اوکاڑوی صاحب کے والد نے غلام قادر قادری کا باغ لگایا تھا اور سترہ سال اس کی

ملازمت کی تھی۔

بریلوی اور دیوبندی اختلاف:

محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

”میرے لئے ”دیوبندی بریلوی اختلاف“ کا لفظ ہی موجب حیرت ہے..... الغرض یہ دونوں فریق اہل سنت والجماعت کے تمام

امول و فروع میں متفق ہیں..... اس لئے ان دونوں کے درمیان مجھے اختلاف کی کوئی صحیح بنیاد نظر نہیں آتی“

(اختلاف امت اور صراط مستقیم: ص ۲۵ و ۲۶ رسم شدہ ایڈیشن ص ۲۸)

بریلوی و دیوبندی اختلاف کا نقطہ آغاز اس وقت شروع ہوا جب دیوبندیوں نے امرکان نظیر (یعنی نبی ﷺ) کا ہم

مثل نظیر ممکن ہے!! کا مسئلہ چھیڑا دیکھئے ”محمد احسن نانوتوی“ ص ۹۴

اسی مسئلے امرکان نظیر کے لئے متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً نانوتوی صاحب کی ”تخذیر الناس“ قاری

طیب دیوبندی صاحب اپنا ایک خواب بیان کرتے ہیں جس میں انہوں نے محمد قاسم نانوتوی صاحب کو دیکھا تھا

نانوتوی صاحب نے قاری صاحب سے کہا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”اچھا مکان نظیر تقریر کرو“ طیب صاحب نے کہا: ”میں بہت تیزی سے فر فر تقریر کرنے لگا“

(محاسن حکیم الاسلام: ص ۳۵، اکاڈیہ آل دیوبند: ص ۱۳۱)

ایک سوال کے جواب میں اشرف علی تھانوی صاحب دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید سمجھ ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر مسمیٰ و مجنون بلکہ جمع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے، کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے“ (حفظ الایمان: ص ۱۳، دوسرا نسخہ: ص ۱۱۶) نیز دیکھئے اشعاب الثاقب: ص ۹۸

اس گستاخانہ عبارت اور اس قسم کی دوسری عبارات کی وجہ سے احمد رضا خان بریلوی صاحب اور ان کے متبعین سخت مشتعل ہوئے اور دیوبندیوں پر فتویٰ لگا دیا۔

مولوی محمد امجد بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”وہ چند باتیں جو حال میں وہابیہ نے اللہ عز و جل اور نبی ﷺ کی شان میں کہی ہیں غیر مقلدین سے ثابت نہیں.....“

(بہار شریعت حصہ اول: ص ۳۷، پندرہ کردہ احمد رضا خان بریلوی صاحب)

اوکاڑوی صاحب نے بھی رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کر رکھی ہے دیکھئے ص ۱۷، ۱۸،

تنبیہ:

محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب نے ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ کو محمد نعیم ملتانی (دیوبندی) کو اپنی کتاب

”تجلیات صفدر“ کی اشاعت کا اجازت نامہ لکھ کر دے دیا۔ (دیکھئے تجلیات صفدر: ص ۲۹/۱)

اوکاڑوی صاحب کے چاروں بیٹوں اور نعیم صاحب نے بھی اشاعت نامہ محمد نعیم کو دے دیا۔ (تجلیات صفدر: ص ۳۰/۱)

سندھ کا مناظرہ:

اوکاڑوی صاحب سے مناظرہ کرنے کے لئے میں، لاڑکانہ سندھ گیا تھا مگر وہ سکھر بھاگ گئے تھے

دیکھئے ”اوکاڑی کا تعاقب“ (ص ۲۲، ۲۳) مناظرے والے دنوں میں جس شرائط نامے پر فریقین کے دستخط

ہوئے تھے اس کا کس درجہ ذیل ہے۔

مشتاق احمد  
2/10/99

عبد زبیر سلیم خاں  
31-10-95

بسم الله الرحمن الرحيم

۱۔ دہلی قرآن و حدیث سے دیے جائیں گے  
۲۔ حدیث و صحیح پہلی جن کو حدیث صحیح کہیں  
۳۔ حدیث غیب پہلی جن کو حدیث غیب کہیں  
۴۔ حدیث اسرار پہلی جن کو حدیث اسرار کہیں  
۵۔ حدیث معجزات پہلی جن کو حدیث معجزات کہیں  
۶۔ حدیث شفاء پہلی جن کو حدیث شفاء کہیں  
۷۔ حدیث نبوی پہلی جن کو حدیث نبوی کہیں  
۸۔ حدیث اہل بیت پہلی جن کو حدیث اہل بیت کہیں  
۹۔ حدیث اہل بیت پہلی جن کو حدیث اہل بیت کہیں  
۱۰۔ حدیث اہل بیت پہلی جن کو حدیث اہل بیت کہیں

جواشخاص فی الفور اہل حدیث ہوئے تھے ان کی دستخطی تحریر درج ذیل ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم  
(حنفی دیوبندیوں، مقلدوں اور شاگردوں کی فہرست)

[illegible][illegible]

ملاو بخش گزار  
ش. پ. سپ چار  
د سیرو خان  
م. لا. حاجی

محمد طاهر عثمانی  
جامعہ صیبراہ صلیبیہ مارچ ۱۹۸۸ء

23-10-95.

سليم علي نواز مین  
کا خون عاقلان کا  
و خلیفہ کا

عاشق و محب علی محمد  
خانی علی محمد سیال احمد  
حضرت ابرار علی محمد سیال احمد

Handwritten signature and text in Urdu script, likely a personal note or signature.

151

منظره کوهستان و دریا

البرهان على صحة القول  
حاشا على من لا يفهم  
البرهان على صحة القول  
حاشا على من لا يفهم

ل. متوفى القديس  
من حسن شمس الدين، ثم جميعه وحيث  
سنة كان في حوزة

محرم الحرام - ١٢٨٠ هـ  
قدس سره الشرف : العبد المذنب عبد الله بن محمد  
عبد الله بن محمد

محمد سرور خان صاحب

23-12-11  
24/12/11

معاونت ملی محنت و آسودگی

تتمتع بغير علم لا غرض  
مور الفنا رعلو  
تكونت تمل  
جاء كبريا  
علم لا غرض

[illegible]

۱۵

مسکن دار چینی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

[illegible]

21-10-45

آٹھ تراویح اور اکابر دیوبند:

- خفیوں و دیوبندیوں کے اکابرین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ آٹھ رکعات تراویح سنت ہیں، مثلاً
- ۱: ابن حاتم حنفی (فتح القدیر و برہان صمدی قاطعہ: ص ۲۸)
  - ۲: طحاوی حنفی (حاشیہ علی الدر المختار: ۱/۲۹۵)
  - ۳: احسن نانوٹی (حاشیہ کنز الدقائق: ص ۳۶)
  - ۴: عبدالقادر لکھنوی (علم الفقہ ص ۱۹۸)
  - ۵: ظلیل احمد سہارنپوری (برہان صمدی قاطعہ: ص ۱۹۵)
- میں نے قیام رمضان (تراویح) کے مسئلے پر ایک مضمون ”نور المصابیح“ لکھا تھا، جسے اس کتاب کے آخر میں لگا دیا گیا ہے، ص ۷۲۔ والحمد للہ
- آخر میں احادیث و آثار اور اسماء الرجال کی فہرست بھی لگادی ہے۔

اکاذیب اوکاڑوی:

- راقم الحروف نے امین صاحب کے بہت سے اکاذیب (جھوٹ) جمع کر رکھے ہیں جن میں سے بعض اسی کتاب میں درج ہیں دیکھئے ص ۱۸، ان شاء اللہ ان اکاذیب میں سے بعض کو ”اکاذیب آل دیوبند“ میں جمع کر دیا جائے گا تاکہ اوکاڑوی صاحب کا اصلی چہرہ لوگوں کے سامنے واضح ہو جائے۔
- ۱: اوکاڑوی صاحب نے کہا: ”مگر تاہم طحاوی ج ۱ ص ۱۶۰ پر تصریح ہے کہ بخاری نے یہ حدیث بذات خود حضرت علیؓ سے سنی“ (جزء القرآن و التبیاری تحقیق اوکاڑوی: ص ۵۸)
- یہ بات سراسر جھوٹ ہے، طحاوی کے حوالہ صفحے پر یہ حدیث مختار کے بذات خود سننے کی صراحت نہیں۔
- ۲: اوکاڑوی صاحب نے کہا: ”اور دوسرا صحیح السنہ قول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لا یقرأ خلف الإمام کہ امام کے پیچھے کوئی شخص قرأت نہ کرے“ (ایضاً ص ۶۳ تحت ج: ۴۷ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۳۷۶)
- مصنف کے حوالہ صفحے یا کسی دوسرے مقام پر ایسی کوئی حدیث، رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں ہے۔ یہ تو جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جسے اوکاڑوی صاحب نے مرفوع حدیث بنا دیا ہے۔
- ﴿وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أَنِيبُ﴾

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

حافظ زبیر علی زئی

مدرسہ اہل الحدیث حضرت ضلع ایک (۲۲ جولائی ۲۰۰۳ء)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## جواب الجواب

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الامين ، اما بعد :

راقم الحروف نے تعداد رکعت قیام رمضان کے سلسلے میں چند مضامین لکھے تھے جنہیں بعد میں کتابی شکل میں شائع کر دیا، اس اشاعت کا محرک ایک عامی مسعود احمد خان اور قاری جن محمد دیوبندی غلام خانی تھے۔ ان دونوں نے تو خاموشی میں ہی اپنی نجات سمجھی مگر اوکاڑوی باسی کڑی میں اُبال آیا تو محرف آل دیوبند نے توڑ موڑ، کذب و افتراء، شعبہ بازی اور قلابازیوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے بعض عبارات کا جواب دیوبندی رسالہ ”الخیر ملتان“ میں شائع کر دیا۔

محمد عمران صاحب لاہوری، سابق دیوبندی و حال اہل حدیث نے یہ مضمون فراہم کیا تو راقم الحروف نے آل دیوبند کے تمام مضمون کو متن میں درج کر کے اس کا مکمل و مسکت جواب لکھا اور چیلنج کیا کہ ”اب آپ کوشش کریں کہ اوکاڑوی صاحب میرے اس مضمون اور کتاب کا مکمل جواب دیں۔ اگر وہ انہیں متن میں رکھ کر مکمل جواب نہیں دیں گے تو ان کے جواب کو باطل اور کالعدم سمجھا جائے گا“

(اوکاڑوی کا تعاقب: ص 71)

چونکہ میرے جوابی مضمون میں آل دیوبند کی موت تھی لہذا اوکاڑوی صاحب نے اس شرط پر عبارت کو پس پشت ڈالتے ہوئے مضمون کے بعض حصوں کا خود ساختہ خلاصہ نکال کر ”الخیر“ جون، جولائی اور اگست ۲۰۰۰ء میں شائع کر کے یہ ثابت کر دیا کہ آل دیوبند کا جواب ”باطل و کالعدم“ ہے۔ والحمد للہ

راقم الحروف نے مجموعہ رسائل اوکاڑوی، وغیرہ سے ثابت کیا کہ اوکاڑوی گستاخ رسول ہے۔ اوکاڑوی صاحب نے اس گستاخی کو بالواسطہ تسلیم کر کے ذمہ داری ناشر پر ڈال دی اور لکھا کہ ”اب یہ

رسائل دوسرے ناشر کو دیئے جا رہے ہیں۔ وہ اغلاط کی تصحیح کے بعد شائع کرے گا“ (الخیر۔ جولائی ۲۰۰۰ء ص ۴۱)  
حالانکہ یہ عبارت ”غیر مقلدین کی غیر مستند نماز“ نامی اوکاڑوی رسالہ میں بھی موجود ہے۔ اوکاڑوی صاحب  
نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث منسوب کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لا جمعة إلا بخطبة“  
(مجموعہ رسائل: ج ۲ ص ۱۶۹)

راقم الحروف نے جب اس حدیث کا مطالبہ کیا تو اوکاڑوی صاحب نے امام زہری سے منسوب قول:  
”بلغنی“ سنا دیا۔ (الخیر: ایضاً ص ۴۱)

معلوم ہوا کہ امام زہری رحمہ اللہ، آل دیوبند کے رسول اقدس ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون  
تقاضات کے سلسلے میں آل دیوبند نے لکھا ہے کہ:

”کسی کو کہتے ہیں کہ جھوٹ بولتا ہے، بالفرض ایسا ہو تو میرا ذاتی گناہ ہوگا“ (ایضاً ص ۴۲)

اس ذاتی گناہ سے معلوم ہوا کہ مذہب اوکاڑوی باطل ہے کیونکہ مذہب کا بانی ہی یہ اعتراف خود کذب کا  
گناہ گار ہے تو اس مذہب کا کیا انجام ہوگا؟

تقاضات میں سے عطاء بن ابی رباح اور ام سحی کے بارے میں یہ تحریف کی کہ یہ الزامی  
جوابات ہیں مگر ابن ابی لیلیٰ کے سلسلہ میں مکمل خاموشی برتی ہے۔ یاد رہے کہ اوکاڑوی صاحب کی محولہ  
عبارات میں الزامی جواب کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ لاڑکانہ کے مناظرہ سے اوکاڑوی صاحب اور  
ڈاکٹر خالد محمود سومر و صاحب دم دبا کر بھاگ گئے تھے، اس کے برعکس آل دیوبند نے لکھا ہے کہ: ”یہ دستخط  
بھی نہ کر سکے اور بھاگ اٹھے“ (الخیر: ص ۴۳)

آل دیوبند نے میری بہت سی عبارات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مثلاً

۱: ابن ابی لیلیٰ (ص ۲۱ اوکاڑوی کا تعاقب)

۲: سیلانی بزرگ سید شمس الحق شاہ صاحب (ص ۲۱)

۳: کشف (ص ۲۱)



۴: ان محدثین کا ظلم سنو (ص 22)

۵: اوکاڑوی کا داماد (ص 22)

۶: سندھی اور بلوچ جواہل حدیث ہوئے (ص 22، 23)

۷: تقلید اور رد و انقض (ص 23)

۸: داڑھی منڈا مولوی (ص 24)

۹: نور العینین (ص 23)

۱۰: علی محمد حقانی، دیوبندی (ص 24، 25)

۱۱: درویش دیوبندی (ص 25) وغیرہ

کل مضمون کے (مسودے کے) پچاس صفحات ہیں اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اوکاڑوی، آل دیوبند کا جواب الجواب باطل اور کالعدم ہے، والحمد للہ

آل دیوبند نے اپنے رسائل و مضامین میں ”جامع مانع تعریف“ کا بار بار مطالبہ کیا ہے، عرض ہے کہ پہلے آپ اپنے مزعوم، امام ابوحنیفہ سے ”جامع مانع تعریف“ کی تعریف ثابت کر دیں، دیدہ بایدا!

امام ابن مہدی کے قول: ”معرفت حدیث الہام ہے“ کا مطلب: خالص پیشہ ورانہ تجربہ ہے جس کی بدولت ایک جوہری و صراف فی البدیہہ طور پر جواہر یاز یورات کے بارے میں اصلی یا جعلی ہونے کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ اس سے دیوبندیوں، صوفیاء اور دیگر مبتدعین کا الہام و کشف مراد نہیں جس سے ”وہ غیب کی خبریں“ اور قصص مکذوبہ تراش لیتے ہیں قصص مکذوبہ کے لئے دیکھئے تجلیات صغیر (ج ۱ ص ۱۰، ۱۱، ۱۳) وغیرہ آخر میں آل دیوبند کے تازہ مضمون کے چند اکاذیب و افتراءات پیش خدمت ہیں۔

۱: ”چنانچہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی الآیات بعد الماتین کے مطابق تیرہویں صدی میں کچھ لوگ مادر پدر آزاد گئے“ (الخیر، جون ۲۰۰۰ء ص ۴۰)

۲: ”ان میں ایک شخص محمد جو ناگزہمی نامی ہوا تو یہ اس کی طرف نسبت کر کے محمدی کہلانے لگے“

(ایضاً ص ۴۰)

- ۳: ”مار کر کے ساتھ ہر صفحہ پر چند سطریں لکھی ہیں“ (ایضاً ص 4)
- ۴: ”ایک بڑا گاؤں تھا“ (ایضاً ص 41)
- ۵: انور شاہ، مفتی رشید احمد، ابن تیمیہ، عبدالحی لکھنوی، وحید الزمان..... وغیرہ کے اقوال کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ (ص 44) رد کے لئے دیکھئے اداکاروں کا تعاقب: ص 44
- ۶: ”تمام فقہاء کرام کو کذاب، دجال..... لکھ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے“ (ایضاً ص ۴۴)
- ۷: ”لاڑکانہ سے بھاگا“ (ایضاً ص ۴۸)
- ۸: ”پہلے تقلید کی بحث چھیڑی“ (ایضاً ص ۴۸)
- ۹: صادق سیالکوٹی (جو آپ کے رسول ہیں) (الخیبر: اگست ۲۰۰۰ء ص ۳۸)
- ۱۰: ”علامہ سیوطی خود ایک ہی امام، امام شافعی کے مقلد ہیں“ (ایضاً ص ۴۱)
- غرض اس قسم کے اکاذیب و افتراءات آل دیوبندی تحریروں اور تقریروں میں بکثرت پائے جاتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ دیوبندی مذہب کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب اعتراف کرتے ہیں کہ:
- ”میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بجز اس کے کچھ بن نہ پڑا کہ میں جھوٹ بولوں اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا“ (ارواحِ ثلاثہ: ص ۳۹۰ حکایت نمبر: ۳۹۱، معارف الاکابر: ص ۳۶۰)
- نومولود دیوبندی مذہب کے دوسرے رکن رکیں، رشید احمد گنگوہی صاحب علی الاعلان لکھتے ہیں:
- ”جھوٹا ہوں، کچھ نہیں ہوں“ (مکاتیب رشیدیہ: ص ۱۰، فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶)
- یاد رہے کہ گنگوہی صاحب نے خواب میں نانوتوی صاحب سے نکاح کر لیا تھا، جس طرح زن و شوہر ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے ہیں انہیں بھی ایک دوسرے سے فائدہ پہنچا۔ دیکھئے تذکرۃ الرشید (ج ۲ ص ۲۸۹) اس خواب کی عملی تعبیر کے لئے دیکھئے حکایات اولیاء (ص ۳۰۷، حکایت نمبر: ۳۰۵)

وما علینا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی حضور ضلع انک

(۵/۹/۲۰۰۰)

## اوکاڑوی کا تعاقب

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ، من يهده الله فلا مضل له ، ومن يضلل فلا هادي له ،  
وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، وأن محمداً عبده ورسوله ، أما بعد :  
فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمد (صلى الله عليه وسلم) ، وشر  
الأمور محدثاتها ، وكل بدعة ضلالة .

برادر محمد عمران صاحب حفظہ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا جس میں دیوبندی رسالہ ”الخیر“ میں ماسٹر محمد امین صفدر اوکاڑوی دیوبندی حیاتی کا  
مضمون ”نماز تراویح کا تحقیقی جائزہ“ بھی منسلک ہے، میں آج کل سنن نسائی پر مختصر تحقیقی حاشیہ لکھنے میں  
مصروف ہوں تاہم آپ کی درخواست پر حیاتی صاحب کے مضمون کا مختصر و جامع جواب پیش خدمت ہے۔

امین اوکاڑوی کا تعارف:

امین صفدر صاحب حیاتی دیوبندیوں کے مناظر اور ”مجموعہ رسائل“ کے مصنف کی حیثیت سے شہرت  
رکھتے ہیں، راقم الحروف کے ایک دوست کا اُن سے کواہٹ (صوبہ سرحد) میں مناظرہ ہوا تھا جس کے نتیجہ  
میں مناظرہ کرانے والا دیوبندی سلطان نامی: اہل حدیث ہو گیا تھا، والحمد للہ۔ سندھ والے مناظرہ کی  
تفصیل آگے آ رہی ہے (ص 22، 23) ان شاء اللہ، راقم الحروف نے اپنی شدید معروفيات سے وقت  
نکال کر حیاتی صاحب کے ”مجموعہ رسائل“ اور ”تجلیات صفدر“ نامی کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔

گستاخ رسول:

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ: کتا سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (مسلم: ۱۹۷۱)

اس حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے اوکاڑوی حیاتی لکھتا ہے کہ:

”لیکن آپ نماز پڑھاتے رہے اور کتا سامنے کھیتی رہی، اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر  
بھی نظر پڑتی رہی“ (غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ص ۴۳، و مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۳۵۰، حوالہ نمبر: ۱۹۸)

رسول ﷺ کا نماز کی حالت میں، کتیا اور گدھی کی شرمگاہوں پر نظر ڈالنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے

بلکہ یہ آپ کی ذات اقدس پر (او کاڑوی کا) بہت بڑا افتراء ہے۔

جب ایک عام آدمی کا خیال اس طرف نہیں جاتا تو یہ کس طرح جرأت کی جاسکتی ہے کہ معاذ اللہ: خیر البشر، خاتم النبیین، رحمت اللعالمین محمد رسول اللہ ﷺ ان جانوروں کی شرمگاہوں پر نظر ڈالتے تھے یا آپ کی نظر پڑ جاتی تھی۔ معاذ اللہ، استغفر اللہ، الالعیۃ اللہ علی کا ذہین

او کاڑوی حیاتی کا کذب و افتراء:

او کاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”رسول اقدس ﷺ نے فرمایا: ”لا جمعة إلا بخطبة“ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا

(صلوة الرسول پر ایک نظر ص ۱۷ و مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۱۶۹)

حالانکہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مرفوع کسی کتاب میں بھی نہیں ہے:

والمتهم به الأو کاڑوی وهو الذي وضعه اس حدیث کو گھڑنے میں او کاڑوی مہم ہے۔

حافظ عبد اللہ روپڑی رحمہ اللہ نے سنن دارقطنی، مستدرک الحاکم اور السنن الکبریٰ للبیہقی سے جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ”آمین بالجہر“ کے بارہ میں نقل کی ہے۔

(اہل حدیث کے امتیازی مسائل: ص ۷۹، و رفع یدین اور آمین: ص ۲۱)

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ دارقطنی نے کہا ہے اسکی سند اچھی ہے، اسے حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور بیہقی نے حسن کہا ہے۔ (ملخصاً)

مناظر دیوبندی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

”حالانکہ نہ ان کتابوں میں یہ حدیث ہے، نہ ہی ان لوگوں نے اس کو صحیح کہا ہے“

(غیر مقلدین کی غیر مستند نماز: ص ۲۷، مجموعہ رسائل: ج ۳ ص ۳۳۵ و ذیل نمبر: ۱۰۰)

اس پر ”مناظر“ صاحب نے ”غیر مقلدین کا عجیب فراڈ“ عنوان باندھا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث ان تینوں کتابوں میں موجود ہے۔

۱: سنن الدارقطنی مع التعلیق المغنی: ج ۱ ص ۳۳۷، حدیث: ۷، باب التأمین فی الصلوة بعد فاتحة

الکتاب والجہر بها، مطبوعہ ”دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور پاکستان“

سنن دارقطنی: ج ۱ ص ۳۲۹ حدیث: ۱۲۵۹ مطبوعہ: عباس احمد الباز مکہ المکرمہ۔

اس حدیث کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا: ”هذا إسناد حسن“ سنن دارقطنی کے محقق نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔

۲: المستدرک للحاکم: ج ۱ ص ۲۲۳ وقال: ”صحيح على شرط الشيخين“ الخ ووافقه الذہبی مطبوعہ: ”دارالکتب العربی، بیروت لبنان“

۳: السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۵۸، ونقل عن الدارقطنی قال: ”هذا إسناد حسن“ مطبوعہ: دارالمعرفۃ بیروت لبنان

یہ روایت صحیح ابن حبان میں بھی موجود ہے (مواردالظمان: ۷۶۲ ج ۱ ص ۵۱۱/۱۱۲ ج ۱ ص ۱۸۰۶) اس کتاب (مواردالظمان) کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے: ”إسناد حسن“ یہ روایت صحیح ابن خزیمہ (۱/۲۸۷ ج ۱ ص ۵۷۱) میں بھی موجود ہے، اسے ابن قیم نے بھی صحیح کہا ہے۔

(اعلام الموقعین: ج ۲ ص ۳۹۷)

قارئین کرام!

اوکاڑوی صاحب سے پوچھیں کہ کیا ان کے پاس سرمہ نہیں ہے؟ انہیں چاہئے کہ آنکھوں میں سرمہ بھی ڈالیں اور ماہر امراض چشم کے پاس بھی جائیں تاکہ انہیں یہ حدیث نظر آ سکے۔ چوری بھی کر رہے ہیں اور اس پر سینہ زوری بھی کر رہے ہیں۔

تنبیہ:

اس حدیث کے ایک راوی اسحاق بن ابراہیم الزبیدی پر جرح مردود ہے جس کی تفصیل راقم الحروف کی مطبوعہ کتاب ”القول المتین فی الجہر بالقائمین“ میں ہے۔ حافظ روپڑی رحمہ اللہ نے بھی مذکور کتاب ”رفع یدین اور آئین“ کے ص ۲۲ پر اس جرح کا جواب دیا ہے۔ مختصر عرض ہے کہ ابو داؤد اور محمد بن عوف رحمہ اللہ سے جرح کا صدور ہی ثابت نہیں ہے ان سے جرح کا راوی ابو عیید محمد بن علی بن عثمان الآجری ہے جس کے حالات نامعلوم ہیں، سوالات آجری کے محقق کو بھی اس کے حالات نہیں ملے۔ (ص ۴۱) آجری کا شاگرد، محمد بن علی بن زحر المصری، سوالات کا راوی ہے

(ص ۷۸) اس کے حالات بھی نامعلوم ہیں، مجہول کی نقل کردہ جرح کو جہور محدثین کی توثیق کے مقابلے میں پیش کرنا اوکاڑوی جیسے لوگوں کا ہی کام ہے، امام نسائی رحمہ اللہ کی جرح کا بھی صحیح وثابت حوالہ مطلوب ہے، لہذا بعض لوگوں کا محمد بن عوف وغیرہ سے غیر ثابت جرح کی بنیاد پر امام حاکم و ذہبی و دارقطنی وغیرہم پر تنقید کرنا عجیب ہے۔

(سامحہ اللہ، أي الشیخ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ فی الصحیحۃ: ج ۱ ص ۷۵۴)

### اوکاڑوی حیاتی کے تناقضات:

✽ ایک جعلی و موضوع مناظرے کا تذکرہ کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب نے کہا:

”میں نے کہا سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دو سو صحابہ سے ہوئی ہو اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیرؓ کے وقت تک کسی ایک شہر میں دو سو صحابہ موجود ہوں“

(تحقیق مسئلہ آئین: ص ۳۴ و مجموعہ رسائل: ج ۱ ص ۱۵۶، تاریخ اشاعت، اکتوبر ۱۹۹۱ء)

یہاں مسئلہ آئین بالجبر کا تھا لہذا عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کی زیارت صحابہ پر جرح کر دی، جب اس کتاب میں فاتحہ فی الجنازہ کا مسئلہ آیا تو اوکاڑوی صاحب کا قلم لکھنے لگا کہ:

”مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے، حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں، دو سو صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہے“

(نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کی شرعی حیثیت: ص ۹ و مجموعہ رسائل: ج ۱ ص ۲۶۵ طبع قدیم)

ایک جگہ ملاقات کا انکار کر رہے ہیں اور دوسری جگہ ملاقات کر رہے ہیں سبحان اللہ!

واوی تناقض و تعارض میں مناظر دیوبندیت کا کتنا اونچا مقام ہے۔

✽ ایک روایت پر اوکاڑوی صاحب نے جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”اور ام یحییٰ مجہولہ ہیں“ (نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا: ص ۱۰، مجموعہ رسائل: ج ۱ ص ۳۳۶)

جبکہ اسی ام یحییٰ کی روایت (دوسرے مقام پر) سے استدلال کرتے ہیں۔

(مرد اور عورت کی نماز میں فرق: ص ۳۵، مجموعہ رسائل: ج ۱ ص ۳۳۲ بحوالہ کنز العمال: ج ۷ ص ۳۰۷)

ہمارے نسخہ میں یہ روایت کنز العمال: ج ۷ ص ۴۳۱ ح: ۱۹۶۳۰ پر بحوالہ طبرانی موجود ہے، انجم الکبیر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

للطبرانی میں (ج ۲۲ ص ۱۹، ۲۰) اور مجمع الزوائد (ج ۲ ص ۱۰۳، ج ۹ ص ۳۷۴) میں یہ روایت موجود ہے ان کتابوں میں ”تجعل“ کا لفظ ہے جسے اوکاڑوی نکسال میں ”ترفع“ بنا دیا گیا ہے اور اس کا ترجمہ بھی ”اٹھائے“ لکھا ہے۔ اس روایت کی سند میں وہی ام تکی راویہ ہیں۔

❖ اوکاڑوی صاحب نے اپنی مرضی کے خلاف ایک حدیث کی سند کے راوی محمد بن ابی لعلی کو ”ضعیف“ لکھا ہے (صلوة الرسول پر ایک نظر ص ۱۲ و مجموعہ رسائل: ج ۲ ص ۱۶۴ نمبر ۳۹) یاد رہے کہ کاتب کی غلطی سے ”محمد بن ابی لعلی“ چھپ گیا ہے حالانکہ ابن ماجہ میں ابن ابی لعلی ہی ہے۔ اس کے برخلاف (دوسرے مقام پر) اپنی مرضی کی (ایک) حدیث پیش کی ہے جس میں یہی ابن ابی لعلی ہے۔ (تحقیق مسئلہ رفع یدین: ص ۶۷، و مجموعہ رسائل: ج ۱ ص ۱۸۲، ۱۸۳) اصل مقصد اپنے فرقہ دیوبندیت کی حمایت ہے اور بس!

اوکاڑوی صاحب کا عقیدہ:

وسیلہ دنیاوی حیات النبی (ﷺ) وسام موتی کے علاوہ اوکاڑوی صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ: ”ایک سیلانی بزرگ سید شمس الحق شاہ صاحب قدس سرہ جو فاضل دیوبند تھے تشریف لائے..... فرمایا: ولی محمد! (اوکاڑوی صاحب کے والد) گھبراؤ نہیں تم اللہ کے فضل و کرم سے سات بیٹوں کا منہ دھو گے..... میرے بعد چھ بھائی پیدا ہوئے اور والد صاحب رحمہ اللہ نے واقعی سات بیٹوں کا منہ دھوایا“ (تجلیات صفحہ: ج ۱ ص ۱۰)

”حضرت اقدس رحمہ اللہ نے بڑے پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: ولی محمد! یہ لڑکا مولوی بنے گا مناظر بنے گا“ (ایضاً ص ۱۱)

آگے صفحہ ۱۳ پر احمد علی لاہوری صاحب کے ”کشف“ کا ایک موضوع واقعہ لکھا ہے۔ (ایضاً ص ۱۳)

اوکاڑوی صاحب اور اہل حدیث:

اوکاڑوی صاحب دن رات اہل الحدیث کو سب و شتم کرتے رہتے ہیں، ان کے ”مستقر ہنما“ زاہد کوثری نے امام شافعی امام احمد وغیرہما ائمہ حدیث، بلکہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ پر شدید تنقید کر رکھی ہے جس کی تفصیل تانیب، ترحیب، التکمیل اور اللحات الی مانی انوار الباری من الظلمات میں



موجود ہے۔ ذکر یا صاحب تبلیغی حیاتی دیوبندی، محدثین پر نیش زنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ان محدثین کا ظلم سنو“ (تقریر بخاری: ج ۳ ص ۱۰۴ مطبوعہ مکتبۃ الشیخ کراچی)

میں جب اوکاڑہ گیا تو میں نے امین اوکاڑوی صاحب کے کلین شیو داماد (محمود صاحب) سے ملاقات کی، میرے ساتھ شیخ محمد حسین طاہری صاحب، مولانا عبداللطیف تبسم صاحب، جناب عبدالجلیل صاحب، حافظ جلیل صاحب، جناب محمود صاحب اور جناب مبشر احمد ربانی صاحب تھے۔ یہ داماد مسلک اور خاندانی اہل حدیث ہے، وہاں اوکاڑوی صاحب کے نواسوں کو بھی دیکھا، داماد نے بتایا کہ میرے بیٹے دادا (اہل حدیث) کے مسلک (یعنی صحیح دین اسلام) پر ہیں، نانا اوکاڑوی کے مسلک پر نہیں ہیں۔ واللہ یاد ہے کہ یہ داماد پہلے بھی، باوجود اپنی خامیوں کے، مسلک اہل حدیث تھا اور اب بھی ہے۔

لاڈکانہ سندھ کا مناظرہ:

ایک دفعہ حاجی علی محمد سیال صاحب اور آل دیوبند کے درمیان مناظرہ طے ہوا، راقم الحروف اپنے ایک مناظرہ دوست کے ساتھ لاڈکانہ پہنچا، دیوبندیوں کے ساتھ شرائط مناظرہ طے کیں، ان کا ایک واڑھی منڈا ”مولوی“ اور باقی واڑھی والے مولوی تھے، فریقین کے شرائط پر دستخط ہوئے۔ اوکاڑوی صاحب کو دیوبندیوں نے بلوایا ہوا تھا، انہوں نے المسلمون علی شروطہم کی مخالفت کرتے ہوئے ان شرائط کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ایسی خود ساختہ شرائط پیش کر دیں جن کا اسلام کی چودہ سو سال تاریخ میں کوئی ثبوت نہیں ہے، مثلاً

”حدیث وہ صحیح ہے جسے رسول اللہ ﷺ صحیح کہیں“

مقرر وقت پر راقم الحروف اپنے سندھی (مستوی قبیلہ کے) اور بلوچ (جاگیرانی قبیلہ کے) ساتھیوں کے ساتھ دیوبندیوں کے مدرسہ میں علمی مذاکرہ کے لئے پہنچا۔ ”جناب“ اوکاڑوی صاحب، مناظرہ دیوبندیہ اور ڈاکٹر خالد محمود سومر دیوبندی صاحب اپنے مدرسہ ”جامعہ اسلامیہ اشاعت القرآن والحدیث“ سے بھاگ چکے تھے، مناظرہ تو خیر نہ ہوا، ان بھاگے ہوئے حضرات کو ان کے اپنے مدرسہ میں لانا جوئے شیر بہانے کے مترادف تھا۔ تاہم بہت سے لوگ اہل حدیث ہو گئے تھے۔ مثلاً

۱: مختیار علی برڑو ولد نور الدین برڑو، تعلقہ مہر گاؤں کھٹھر

۲: سکندر ولد قیصر خان جاگیرانی، گاؤں گل محمد جاگیرانی، تعلقہ تمیر، ضلع لاڑکانہ، سندھ

۳: حاجی محمد عظیم جاگیرانی

۴: حاجی محمد مرید ولد قیصر خان جاگیرانی

۵: منیر احمد ولد حاجی محمد مرید بلوچ

یہ واقعہ ۱۹۹۵ء/۱۰/۲۲ کو ہوا اس کا تحریری ثبوت میرے پاس موجود ہے، اس دن کے بعد بھی وہاں بہت سے لوگ اہل حدیث ہوئے، والحمد للہ

☆ اس مناظرہ کا ذکر ماسٹر امین نے تجلیات صفدر (ج ۱ ص ۱۰۳) میں ذکر کیا ہے مگر جھوٹ بولنے کے مقابلے میں اپنے رافضی بھائیوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

☆ دیوبندیوں کے نزدیک تقلید واجب ہے اسی طرح ان کے بھائیوں رافضیوں کے نزدیک بھی تقلید واجب ہے اس بنیادی عقیدہ میں دونوں متفق ہیں۔

تجلیات صفدر:

آل دیوبند کے مفتری نے ”تجلیات صفدر“ میں ایک باب باندھا ہے:

”کھلا خط بنام چوہدری ابوطاہر محمد زبیر علیزئی“ (ج ۱ ص ۵۴۹)

حالانکہ میں پشمان افغانی ہوں، پشمانوں کے قبیلہ ”علی زئی“ کا ایک فرد ہوں۔ محمد زبیر بن مجدد خان بن دوست محمد بن جہانگیر خان بن امیر خان بن شہباز خان بن کرم خان بن گل محمد خان بن پیر محمد خان بن آزاد خان بن اللہ داد خان بن عمر خان بن خواجہ محمد خان بن جوہا بن انگل بن بگٹش بن پیر داد خان قوم افغان علی زئی، پیر داد خان، افغانستان کے ضلع غزنی علاقہ ”غورہ مرغی“ سے علاقہ ”چمچہ“ حضرت آیا تھا، ہمارا گاؤں ”پیر داد“ اسی کے نام پر آباد ہے، یہاں ہمارا قبیلہ بڑی تعداد میں موجود ہے، رہا ”گوچر“ اور ”چوہدری“ ہونا تو یہ وضاع، آل دیوبند کا صریح افتراء ہے۔

راقم الحروف نے ایک کتاب ”نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین“ لکھی ہے جو دس سال پہلے چھپی تھی اور اب اس کی دوبارہ اشاعت کا پروگرام ہے (دوبارہ و سہ بارہ چھپ چکی ہے والحمد للہ)

اس کتاب کا جواب آج تک۔ میرے علم کے مطابق۔ کہیں بھی نہیں چھپا، بے شمار لوگ یہ کتاب پڑھ کر

اهل حديث هونءِ ۾، والحمد للہ

داڙهي منڙا ڍو ڍو بندي مولوي:

لاڙڪاڻه ۾ اڪاڙي ۾ ڍو ڍو بندي مولوي ۾ شرائط والے دن مجھے بتايا تھا کہ وہ میری کتاب کا جواب لکھ رہا ہے۔ اب یہ پتہ نہیں کہ یہ جواب میری زندگی ۾ ہی مجھ تک پہنچ جائے گا یا میرے مرنے کے بعد ظہور پذیر ہوگا۔

اڪاڙي صاحب کو چاہئے کہ اپنے اس داڙهي منڙے شاگرد کو داڙهي کے بارے ۾ ڍو ڍو بندي فقہ کا مفتی بقول سنائیں۔

نور العینین:

تقریباً چار صفحات کے اس اڪاڙي خط ۾ نور العینین کا ایک حوالہ بھی غلط ثابت نہیں کیا جا سکا، اڪاڙي صاحب نے خود ساختہ شرائط والے مطالبہ کے ساتھ، منطق یونان کے ”قضیہ مہملہ“ ”جزیہ یقینی“ اور ”تکرار مہکوک المراد“ کی بحث چھیڑ دی، جس کا رفع یدین کے موضوع کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ راقم الحروف کے ایک شاگرد جناب رحمت الہی محمدی نے اس خط کا جواب انہی دنوں ۾ بھیج دیا تھا، جس کا جواب الجواب ابھی تک نہیں آیا۔

علی محمد حقانی:

لاڙڪاڻه والے مناظرہ کے دوران بعض سندھی بھائیوں نے مجھے علی محمد حقانی (ڍو ڍو بندي) کی کتاب ”نبوی نماز“ بدل سندھی پاگو پھریوں“ دی جسے ڈاکٹر خالد محمود سومرو ڍو ڍو بندي نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے ص ۶۹ پر لکھا ہوا ہے کہ:

”زبلمي فرمائيندو آهي ته هن جي سند ۾ يزيد بن ابي زياد آهي ۽ اهو ضعيف آهي.“

حافظ ابن حجر تقريب ۾ فرمائيندو آهي ته ضعيف آهي ڪراڙپ“

یہاں مسئلہ علی الجورین تھا، لہذا یزید بن ابی زیاد ضعیف بھی ہے، مغلط اور شیعہ بھی، لیکن جب مسئلہ رفع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الیدین آیا تو حقانی صاحب نے لکھا:

”جواب: یزید بن ابی زیاد کوفی، سی توڑی جو بعض محدثین کلام کیو آھی مگر اھو ثقہ آھی امام مسلم فرمائیندو آھی تہ هو سچو آھی ۽ ان کان روایت بہ کسری سگھجی سی (مقدمہ“

(نبوی نماز مدلل سنتی یا گوپھریوں ص ۳۵۵)

یعنی اب یزید بن ابی زیاد ثقہ بھی ہے اور سچا بھی اور امام مسلم نے اس سے روایت کی ہے۔ یہ ہے ان لوگوں کا انصاف! ایک ہی راوی اگر اپنی مرضی کی حدیث میں ہے تو ثقہ ہے اور اگر مرضی کے خلاف روایت میں ہے تو وہی ضعیف و شیعہ وغیرہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ابو یوسف محمد ولی درویش، دیوبندی:

راقم الحروف کے ایک دوست اور عقیدت مند ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ ہیں، ابو یوسف محمد ولی درویش دیوبندی ”استاذ جامعہ العلوم الاسلامیہ، یوسف بنوری ٹاؤن کراچی“ نے ان کے رد میں ایک کتابچہ ”کیا نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے؟“ لکھا ہے، اس میں درویش صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صحابی کا قول: ”من السنۃ“ مرفوع کے حکم میں نہیں ہے۔ (دیکھئے ساری کتاب: ص ۲ وغیرہ) اسی درویش کی ایک دوسری کتاب ہے ”دعائے خدا ﷺ“

تنبیہ: راج کو عام پشتو میں ز-یا-ج کے مشابہ پڑھا جاتا ہے۔

اسی کتاب میں، ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں صحابی کے قول ”من السنۃ“ سے مراد سنت رسول اللہ ﷺ لیتے ہیں: ”اود سنتونہ مراد نبی ﷺ سنت دی“

”وهذا ينصرف إلى سنة النبي ﷺ“ (ایضاً ص ۱۸۵)

درویش اور صحابہ:

درویش صاحب نے جناب سرہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کرتے ہوئے، ربیعہ الرائے سے منسوب ایک غیر ثابت قول کی بنیاد پر لکھا ہے کہ:

”عمل کوئی قسم پہ خلاف کہ بسرہ شد سے پنہرو پہ بارگاہ کتب  
کواھی و رکری۔ نوخہ بہ نئے کواھی قبول نہ کریم۔“

یعنی اللہ کی قسم ہے کہ میں بسرہ رضی اللہ عنہا کی گواہی ان (معمولی) جوتوں پر بھی قبول نہیں  
کروں گا۔ (دین محمد خدائے موعود)۔ یہ ہے دیوبندیوں کی صحابہ سے محبت! غالباً اسی عقیدہ کی بنیاد پر  
غیر اہل حدیث ”حضرات“ لکھتے ہیں کہ:

”ولو قذف سائر نساء النبی ﷺ لا یکفر ويستحق اللعنة“

اور اگر کوئی شخص نبی ﷺ کی ساری بیویوں (سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے) پر زنا کی تہمت لگائے تو اسے  
کافر نہیں کہا جائے گا اور وہ شخص لعنت کا مستحق ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیری: عربی ج ۲ ص ۲۶۴ مطبوعہ:  
”بلوچستان بلڈ پوسٹ، مسجد روڈ کوئٹہ“ و مجموعہ رسائل ابن عابدین: ص ۳۵۹) اَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ  
تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ:

راقم الحروف کے بعض مضامین کا مجموعہ ”تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ“ کے نام  
سے شائع ہو چکا ہے، لاہور کے اہل حدیث کتب خانوں سے اسے طلب بھی کیا جاسکتا ہے، اوکاڑوی  
صاحب کو چاہئے تھا کہ جس طرح خلیل احمد انیسوی دیوبندی نے عبدالمسیح رامپوری کی کتاب ”انوار  
ساطعہ“ کو اوپر لکھ کر نیچے ”براہین قاطعہ“ کے نام سے اس کا جواب لکھا تھا۔ میری اس کتاب کو متن میں  
درج کر کے نیچے حاشیہ پر اس کا مکمل جواب لکھتے تاکہ عام لوگوں کے سامنے دونوں موقف واضح ہو جاتے  
خیر ان لوگوں کی یہ ہمت نہیں کہ وہ ایسا کر سکیں، والحمد للہ

راقم الحروف اس مضمون میں اوکاڑوی صاحب کے مضمون کا مکمل جواب لکھ رہا ہے، پہلے  
اوکاڑوی مضمون کا عکس (Scanning) ہوگا، جس پر راقم الحروف کے نمبرز (نمبر کے ساتھ) ہوں گے  
اور پھر ان کا جواب ہوگا۔

وما علینا الا البلاغ

حافظ زبیر علی زکی



نماز تراویح ایک خاص نماز ہے جو صرف رمضان المبارک میں ادا کی جاتی ہے۔ اس کے بارہ میں دو حق منسل مضامین پہلے ماہنامہ ”انجیر“ میں چھپ چکے ہیں۔ اس موضوع پر استاذ العہد سلطان الشیخ، جامع بین الشریعت والطبیقت حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ ”خیر المصالح“ اور دیگر مضامین ”آمار خیر“ میں چھپ چکے ہیں۔ تاہم رمضان المبارک کی مناسبت سے ایک مختصر تحریر یہ بھی ہے۔

جواب:

پرائمری ماسٹر محمد امین اوکاڑوی صاحب حیاتی دیوبندیوں کے مناظر ہیں، دیوبندیوں کا اہل سنت ہونا ثابت نہیں ہے، بلکہ امام سیوطی کے بقول یہ لوگ اہل سنت سے خارج ہیں، جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ ص 28

تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے جس کا اعتراف مشہور غالی دیوبندی انور شاہ کاشمیری نے بھی کیا ہے، دیکھیے (فیض الباری: ج ۲ ص ۳۳۰، العرف الشذی: ج ۱ ص ۱۶۶) راقم الحروف نے یہ مضامین نہیں دیکھے۔

اس قسم کے خود ساختہ القاب کی بنیاد پر تقلید پرست اپنے احبار و رہبان کے بارے میں انتہائی مبالغہ کرتے ہیں، خیر محمد جالندھری ایک غالی مقلد دیوبندی، شیخ تقلید اور شیخ البدیوبندی تھیں اور بس! یہ سچ ہے کہ پیر نہیں اڑتے مگر مرید انہیں اڑاتے ہیں۔

دیوبندی حضرات اہل سنت نہیں ہیں:

۱: دیوبندیوں کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ امت مسلمہ پر مسائل اجتہاد یہ ہیں، ائمہ اربعہ (مالک، شافعی، احمد، ابو حنیفہ) میں سے صرف ایک امام کی تقلید شخص واجب ہے۔ مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”ورنہ مقلد کے لئے صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے“ (ارشاد القاری الی صحیح البخاری: ج ۱ ص ۲۸۸)  
نیز فرماتے ہیں:

”اس لئے کہ ہم امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ اولہ اربعہ  
کہ ان سے استدلال وظیفہ مجتہد ہے“ (ارشاد القاری: ج ۱ ص ۴۱۲)  
یعنی ان کے نزدیک چار ولییں حجت نہیں ہیں:

۱: قرآن حدیث

۲: اجماع اجتہاد

ان کے نزدیک صرف قول امام ہی حجت ہے، اس دعویٰ کی تفصیل آگے آرہی ہے، تاہم صحیح یہ ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک آل دیوبند کا قول ہی حجت ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا نام وہ دھوکا دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

دیوبندیوں کے اس عقیدہ کہ: ”امام ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے“ کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وَأَمَّا أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ : إِنَّهُ يَجِبُ عَلَى الْعَامَّةِ تَقْلِيدُ فُلَانٍ أَوْ فُلَانٍ فَهَذَا لَا يَقُولُهُ مُسْلِمٌ“  
اور اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ عوام پر فلان یا فلان کی تقلید واجب ہے تو یہ بات کوئی مسلم نہیں کہتا۔

(مجموع فتاویٰ: ج ۲۲ ص ۲۳۹)

آل دیوبند کے معتمد علیہ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَالَّذِي يَجِبُ أَنْ يَقَالَ كُلُّ مَنْ اتَّسَبَ إِلَى إِمَامٍ ، غَيْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، يُوَالِيهِ عَلَى ذَلِكَ وَيُعَادِي عَلَيْهِ ، فَهُوَ مُبْتَدِعٌ خَارِجٌ عَنِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ سَوَاءٌ كَانَ فِي الْأَصُولِ أَوْ الْفُرُوعِ“

اور واجب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ ہر آدمی جو کسی امام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے، بشرطیکہ وہ امام رسول اللہ ﷺ نہ ہوں، اور وہ اسی پر دوستی بھی رکھے اور اسی پر دشمنی بھی کرے تو وہ بدعتی ہے اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔



(الکنز المذفون والفلک المٹھون: ص ۱۴۹) مطبوعہ: مکتبۃ احیاء العلوم العربیۃ فیصل آباد (پاکستان)  
 سیوطی کے اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ دیوبندی ”حضرات“ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں لہذا اوکاڑوی صاحب کابریلوں کی تقلید میں اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت قرار دینا صحیح نہیں ہے  
 امام ابوحنیفہ کے باغی:

یادر ہے کہ دیوبندی خفی بھی نہیں ہیں۔ بلکہ امام ابوحنیفہ کے سراسر باغی ہیں، چند دلائل درج ذیل ہیں:

۱ امام ابوحنیفہ نے تقلید (شخص ہو یا غیر شخص) سے منع کیا ہے۔  
 (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۱۱، ۱۰۶، ۲۰، مقدمہ عمدۃ الرعایۃ: ص ۹، لمحات النظر فی سیرۃ الامام زفر للکوثری: ص ۲۱)  
 اس فتویٰ کے سراسر برخلاف دیوبندی حضرات یہ راگ الاپتے ہیں کہ ائمہ اربعہ میں سے صرف ایک امام کی تقلید شخصی واجب ہے۔

۲ امام ابوحنیفہ قرآن مجید کی تخصیص: خبر واحد کے ساتھ جائز سمجھتے تھے۔  
 (الاحکام للامدی: ج ۲ ص ۳۳۷، غیث الغمام للکھنوی: ص ۲۷۷)  
 اس کے مقابلے میں معتزلہ کے پیروکار آل دیوبند کہتے ہیں کہ خبر واحد کے ساتھ قرآن کی تخصیص جائز نہیں ہے۔  
 امام ابوحنیفہ غیر مقلد تھے۔

۳ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار: ج ۱ ص ۵۱، مجالس حکیم الامت: ص ۳۳۵، از مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی)  
 اس کے مقابلے میں اوکاڑوی صاحب وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ غیر مقلد گمراہ ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔  
 ۴ امام ابوحنیفہ سے یہ قطعاً ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ یا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وغیرہما مشکل کشا تھے۔ اس کے مقابلے میں دیوبندی کہتے ہیں کہ ”علی مشکل کشا“ ہیں۔ (دیکھئے کلیات امدادیہ: ص ۱۰۳، تعلیم الدین: ص ۱۷۱) اول الذکر کتاب امداد اللہ ”مفرد رکنی“ کی لکھی ہوئی ہے، اور ثانی الذکر کتاب اشرف علی تھانوی کی لکھی ہوئی ہے۔

دیوبندی حضرات رسول اللہ ﷺ کو مشکل کشا کہتے ہیں، دیکھئے (کلیات امدادیہ: ص ۹۱) خواجہ محمد عثمان دیوبندیوں کے ”مشکل کشا“ اور ”پیر دہلیگیر“ ہیں، دیکھئے (عبدالحسید سواتی کی کتاب فیوضات حسینی: ص ۶۸)

دیوبندیوں کے نزدیک نبی ﷺ، عاجزوں کی دھگیری اور بے کسوں کی مدد فرماتے ہیں، دیکھئے (فضائل درود: ص ۱۲۱ تبلیغی نصاب: ص ۸۰۶) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میرا مضمون ”دیوبندی حضرات حنفی نہیں ہیں۔ دھرم کوئی کا جواب“ ص ۱۷۷

امام ابوحنیفہ کے اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن کے آل دیوبند سراسر مخالف ہیں، مثلاً

۱: مسح علی الجوزین

۲: صبح کی دو سنتیں

۳: جنازہ میں قیام

۴: صفات باری تعالیٰ پر ایمان

۵: امامت کی تنخواہ، وغیرہ

جن کی تفصیل ان شاء اللہ علیحدہ مضمون میں لکھوں گا۔

(دیکھئے میری کتاب ”نصر المعبود فی الرد علی سلطان محمود“)

”مسند الامام الاعظم“ میں ایک حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا (ص ۲۳ کتاب الطہارت حدیث نمبر ۴۰) دیوبندی حضرات اس حدیث کا مذاق اڑاتے ہیں، مقصد صرف امام ابوحنیفہ اور اہل الحدیث پر طعن کرنا ہوتا ہے اور بس!

(۲) تراویح : (۱) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسبی تراویح رکعات فی اللیل ثم ینزل فاطال حتی رحمته فقلت یاہی انت و امی یا رسول اللہ قد غلب الذلک ما تقدم من ذلک فماتوا فقال اولادکم هذا شکورا (بخاری ص ۴۹ ج ۲) ”حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز میں چار رکعت کے بعد ترویجہ (آرام) فرماتے۔ پس نماز کو لمبا کرتے یہاں تک کہ مجھے رحم آتا۔ تو میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قریبان ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی سب لغزشوں کو معاف فرما دیا۔ فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں۔“ علیہ السلام

(۲) عن زید بن وہب قال کان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یروحنا فی رمضان یعنی یسن الترویج یعنی یسبی ما ینسب الرحمن من المسجد الی سلع (بخاری ص ۴۹ ج ۲) ”حضرت زید بن وہب سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دو ترویجوں کے درمیان اتنا وقف کرتے تھے کہ ”وہی مسجد نبوی سے سلع پھاڑی تک جا سکے۔“ علیہ السلام

امام بخاری سید ماہک کی حدیث پاک کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگر صحیح ہے تو تراویح میں امام کی ترویج کرنے کی دلیل ہے۔ اور دوسری روایت کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں کہ شاید حضرت عمر کے وقف کرانے کا یہ مطلب ہو کہ ”آپ کا مقصد ترویج ہے اور تراویح یہ وقف کرنا تھا۔“

جواب:

❖ امام بیہقی نے اس روایت کے بعد فرمایا تھا: ”نفرد به المغيرة بن زياد وليس بالقوى“  
یعنی اس روایت کے ساتھ مغیرہ بن زیاد اکیلا ہے اور وہ قوی نہیں ہے۔

اس جرح کو اد کاڑوی صاحب نے چھالیا ہے، اس روایت کے دوسرے تمام راویوں کی توثیق بھی مطلوب ہے مثلاً الروذباری، الحمد آبادی وغیرہما۔ (میری تحقیق میں یہ دونوں صدوق کے درجہ پر ہیں)

❖ اس روایت کی سند میں ابوبکر بن عیاش راوی ہے جس کی تمام روایات صحیح بخاری میں متابعہ ہیں، اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔

محمد احتشام الدین مراد آبادی اپنی کتاب ”نصیحۃ الشیخ“ میں لکھتے ہیں کہ:

”ابوبکر بن عیاش کا حال یہ ہے کہ آخر میں اس کا حافظہ ایسا خراب ہو گیا تھا اور وہم ایسا غالب آ گیا تھا کہ کچھ کا کچھ اس کو یاد آ جاتا تھا“ (ج ۳ ص ۵۵۱)

دوست محمد قریشی نقشبندی صاحب فرماتے ہیں کہ:

”ابوبکر بن عیاش، محدثین کے نزدیک اتنا قابلِ حجت نہیں ہے، الخ“ (اہلسنت پاکٹ بک: ص ۴۰)

لعل شاہ بخاری دیوبندی، غلام خانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”ابوبکر بن عیاش راوی ضعیف ہے“ (حضرت معاویہؓ و استخلاف یزید: ص ۳۶۲)

❖ امام بیہقی رحمہ اللہ کا یہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

③ یہاں امام بیہقی سنی سوچ کا معیار بنا رہے ہیں کہ نماز تراویح میں امام اگر کوئی وقفہ بھی کرتا تو وہ بھی امر فاروقی ہی ہوتا تھا۔ اگرچہ صراحتاً امر کا مینہ مذکور نہیں ہے۔ یہ سوچ تو تاہمی بتلیل حضرت زید بن وہب کی ہے جو محضوم ہیں۔ یعنی آپ نے خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ بھی پایا۔ اب پندرہویں صدی کے غیر مقلد دوست کی سوچ بھی ملاحظہ ہو۔ زہیر علی زئی ثانی غیر مقلد کا بیان ہے کہ دور فاروقی میں مسجد نبویؐ میں جو نماز تراویح پڑھی جاتی رہیں اور باجماع امت جس پر استقرار ہوا ”وہ نہ تو خلیفہ کا حکم تھا نہ خلیفہ کا عمل“ نہ خلیفہ کے سامنے لوگوں کا عمل (تقداد قیام رمضان ص ۲۳) یہ سوچ کہ دور فاروقی میں صحابہ و تابعین مسجد نبویؐ میں نبی پاک کی سنت اور امر فاروقی کے خلاف کیا کچھ کرتے رہتے تھے اس کا حضرت عمرؓ کو قطعاً کوئی علم نہ

تھا۔ بقول زیر صاحب، گیارہ رکعت سنت رسول اللہ، سنت خلفاء راشدین اور سنت صحابہ ہے (ص ۲۳) مگر دور فاروقی میں ہی استقراء میں رکعت پر ہوا۔ اور بقول شیخ عبدالحق رحمہ اللہ اس دن سے آج تک مسجد نبوی میں ہیں تراویح پر ہی عمل ہے۔ ۱۰۰۰ سے لے کر آج ۱۴۲۰ھ تک کسی ایک سال کے ایک رمضان میں کسی ایک رات بھی صرف آٹھ تراویح وہاں نہیں پڑھی گئیں۔ ”جس طرح مسجد نبوی میں ہر سال رمضان میں ہیں رکعت تراویح قاتر کے ساتھ ثابت ہیں اور شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ میں صدی وار اس کو ثابت کیا ہے۔ اسی طرح ۱۰۰۰ سے ۱۴۲۰ھ تک کے طویل عرصہ میں صرف ایک رات کے بارہ میں اسی قسم کے قاتر سے ثابت کر دے کہ فلاں رات صرف آٹھ رکعت تراویح کے بعد مسجد نبوی خالی ہو گئی تھی۔ اور جس طرح اس دور میں ہیں رکعت پر استقراء کا ذکر تمام مذہب نے بالا جماع ذکر کیا ہے، ہر صدی میں ہر مذہب والے نے ہر علاقے میں اس کا ذکر کیا ہے، اسی طرح ہر صدی میں ہر مذہب والے نے ہر علاقہ میں لکھا ہو کہ فلاں ایک رات میں سب لوگ آٹھ رکعت پڑھ کر بھاگ گئے تھے اور مسجد نبوی خالی ہو گئی تھی۔ اس قاتر سے ایک مستند حوالہ اگر کوئی پیش کرے تو ہم اس کی علمی حیثیت کا اعتراف بھی کریں گے اور مبلغ ایک لاکھ روپیہ انعام بھی دیں گے۔ اسی طرح ایک مستند حوالہ دکھادیں کہ ۱۰۰۰ سے لے کر ۱۴۲۰ھ تک مسجد نبوی میں ہیں رکعت کی بدعت پر عمل ہو رہا ہے اور اس دن سے کسی صدی میں کسی عام نے اس بدعت کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔ البتہ اس کو بدعت ضالہ کہتے رہے۔ تو ایسے مستند حوالہ بھی علمی احوال کے ساتھ مبلغ ایک لاکھ روپیہ کا انعام دیا جائے۔

جواب:

❖ مقلد اور غیر مقلد کے بارے میں کچھ بحث گزر چکی ہے (28, 27) اوکاڑوی صاحب کے مدوح یعنی صاحب فرماتے ہیں کہ: ”فالْمَقْلَدُ ذَهْلٌ وَالْمَقْلَدُ جَهْلٌ وَأَفْءُ كُلِّ شَيْءٍ مِنَ التَّقْلِيدِ“ پس مقلد غلطی کرتا ہے، اور مقلد جہالت کا مرکب ہوتا ہے اور ہر چیز کی آفت تقلید کی وجہ سے ہے۔

(البتانیہ فی شرح الہدایہ: ج ۱ ص ۳۱۷)

آل تصوف کے مدوح سلطان باہو صاحب کیا خوب فرماتے ہیں:

”کلید سراسر جمعیت ہے اور تقلید بے جمعیتی اور پریشانی بلکہ اہل تقلید، جاہل اور حیوان سے بھی بدتر ہوتے ہیں“ (توفیق الہدایت: ص ۲۰ مطبوعہ: پروگریسوئیکس۔ ۴۰ بی اردو بازار لاہور)

سلطان باہو مزید فرماتے ہیں کہ: ”اہل تقلید صاحب دنیا، اہل شکایت اور مشرک ہوتے ہیں“

(توفیق الہدایت: ص ۱۶۷)

❖ لائیے وہ حدیث جس میں یہ لکھا ہے کہ دور فاروقی میں لوگ مسجد نبوی میں بیس رکعات سنت مؤکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے، ہم آپ کو دس پیسے انعام دیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نہ تو مسجد میں بیس رکعات، سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھنے کا کوئی ثبوت ہے اور نہ اس پر کوئی اجماع ہے۔ قیامِ رمضان یعنی تراویح کے عدد میں لوگوں کا بہت اختلاف ہے۔

(۱)	بعض	۴۱	کہتے ہیں۔
(۲)	//	۴۷	//
(۳)	//	۳۸	//
(۴)	//	۳۹	//
(۵)	//	۳۶	//
(۶)	//	۳۳	//
(۷)	//	۲۸	//
(۸)	//	۲۴	//
(۹)	//	۲۰	//
(۱۰)	//	۱۶	//
(۱۱)	//	۱۳	//
(۱۲)	//	۱۱	//

یہ سارا اختلاف ”العدد المستحب“ کے بارے میں ہے۔ (دیکھئے معنی کی عمدۃ القاری: ۱۱/۱۲۶، ۱۲۷)

اتنے بڑے اختلاف کے باوجود حیاتی صاحب یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ اس پر اجماع ہے.....!!

اوکاڑوی سوچ تب صحیح ہو سکتی ہے جب وہ ثابت کر دیں کہ عہدِ عمر رضی اللہ عنہ میں لوگ مسجد نبوی میں بیس رکعات، سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے، اذلیس فلیس

قارئین کرام:

آل دیوبند وغیرہم کا یہ موقف ہے کہ ”بیس سنتِ مؤکدہ ہے اس سے کم کا پڑھنے والا سنت

مؤکدہ کا تارک ہوگا۔“ (امداد الفتاوی: ۱/۳۲۸، نیز دیکھئے فتاویٰ ”دارالعلوم“ دیوبند: ۳/۲۵۵، ۲۹۶)

بتائیں کہ۔ ۱۶، ۱۳، یا ۱۱ پڑھنے والے مثلاً ابو بکر بن العربی رحمہ اللہ، امام مالک، وغیرہما تارکینِ سنتِ مؤکدہ ہیں یا نہیں؟

باقی تفصیل تو تعداد رکعات قیام رمضان میں پڑھ لیں، فی الحال دوسرے حوالے پیش خدمت ہیں۔

۱ ”وقال أشهب بن عبد العزيز عن مالك: الذي أخذ به لنفسه في قيام رمضان هو الذي جمع به عمر بن الخطاب الناس إحدى عشرة ركعة وهي صلاة رسول الله ﷺ ولا أدري من أحدث هذا الركوع الكثير، ذكره ابن مغيث“

اشعب بن عبدالعزیز (شاگرد امام مالک) نے کہا: امام مالک نے کہا: میں اپنے لئے قیام رمضان یعنی تراویح کا عدد ۱۱ رکعات لیتا ہوں، جس پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا تھا، اور یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے، مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ بہت سی رکعتیں کس نے ایجاد کر دی ہیں اسے ابن مغيث (مالکی) نے ذکر کیا ہے۔ (کتاب التہجد: ص ۱۷۶، نمبر: ۸۹۰، مطبوعہ: بیروت: ص ۲۸۶، مطبوعہ مصر، مصنف: عبدالحق اشعبل (متوفی ۵۸۱ھ)

اشعب بن عبدالعزیز، ثقہ فقیہ تھے، ۲۰۴ھ میں فوت ہوئے (تقریب وغیرہ) پیداؤں ۱۴۰ھ ہے۔  
الامام الفقیہ المحدث، شیخ الاندلس ابو الولید یونس بن عبداللہ بن محمد بن مغيث القرطبی ۳۳۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۲۹ھ میں فوت ہوئے، آپ کتاب ”المہجدین“ کے مصنف ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء: ج ۱ ص ۵۷۰)

ظن غالب یہی ہے کہ یہ قول انکی کتاب ”المہجدین“ میں مذکور ہوگا، واللہ اعلم  
یعنی صاحب بھی فرماتے ہیں کہ:

”وهو اختيار مالك لنفسه“ (عمدة القاری: ج ۱ ص ۱۲۷)

۲ امام ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی (متوفی ۶۵۶ھ) نے کہا:

”ثم اختلف في المختار من عدد القيام ..... وقال كثير من أهل العلم: إحدى عشرة ركعة، أخذاً بحديث عائشة المتقدم“

پھر (یہ کہ) قیام کے عدد مختار میں اختلاف ہے اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ: گیارہ رکعات، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو گزر چکی ہے، سے استدلال کیا ہے۔

(المہم لما اختلف من تلخیص کتاب مسلم: ج ۲ ص ۳۸۹، ۳۹۰)

معلوم ہوا کہ ساتویں صدی ہجری میں جبکہ مدرسہ دیوبند و آل دیوبند کا دنیا میں نام و نشان تک نہ تھا، جمہور علماء اہل المؤمنین عاشرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کرتے تھے۔

دعویٰ بلا دلیل ہے۔

اوکاڑوی صاحب یہ تو بتائیں کہ یہ عطیہ سالم کیا چیز ہے؟

کیا یہ امام ابوحنیفہ کا لقب ہے، جس کے مقلد ہونے کے آپ دعویٰ دار ہیں؟ آپ عطیہ سالم کے کب سے مقلد ہوئے ہیں؟

عطیہ نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ دلائل پیش کریں، خالی نام کا رعب جمانے کی ضرورت نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کے دور سے لے کر آج تک ہر دور میں مسجد نبوی میں بیس رکعات بطور سنت موکدہ

سمجھ کر پڑھنے کا ثبوت پیش کریں، میں نے ایک مشہور سعودی شیخ عبداللہ المعتاز سے ریاض میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ سنت آٹھ ہی ہیں اور ہم حرمین میں بیس رکعات بطور سیاست پڑھتے ہیں، میرے ساتھ قاری اقبال عابد سمندری فیصل آباد اور حافظ عبدالستین، منڈی دار برٹن ضلع شیخوپورہ وغیرہ بھی موجود تھے۔

آپ یہ بتائیں کہ حرمین کا عمل کون سی شرعی دلیل ہے؟ اگر دلیل ہے تو ائمہ حرم رفع الیدین بھی کرتے اور جہری آئین بھی کہتے ہیں۔

دعویٰ بلا دلیل ہے۔

ہم آپ کو دس پیسے انعام دیں گے اگر آپ امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت کر دیں کہ صرف بیس

رکعات تراویح سنت موکدہ ہے، نہ کم نہ زیادہ!

اگر کوئی شخص بطور نقل بیس یا چالیس وغیرہ پڑھتا ہے تو کوئی شخص بھی اسے بدعت نہیں کہہ سکتا۔ اگر

وہ انہیں سنت موکدہ کہہ یا سمجھ کر پڑھتا ہے تو ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ سنت سے ثابت تو کرو!

یہ تو بتائیے کہ امام مالک نے ”احداث“ وغیرہ اہل الح کے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں ان کا کیا مطلب

ہے؟

امام مالک پر آپ کا کیا فتویٰ ہے جو ان بہت سی رکعتوں کو بدعت کہہ رہے ہیں؟



۲۹ نماز تراویح

معنی تراویح : مذکورہ دونوں احادیث سے نماز تراویح کے نام کی اصل زمانہ نبوی اور زمانہ فاروقی میں ثابت ہوئی۔ پوری امت نے اس نام کو قبول کیا اور جب بات ہے کہ غیر مقلدین نے بھی قبول کر لیا۔ یہی حکم کہ ذہیر علی نے بھی اپنے رسالہ کا نام نور المصالح فی مسئلہ التراویح رکھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس نماز کا نام تراویح سنت سے ثابت ہے یا بدعت علیہ۔ اگر سنت سے ثابت ہے اور یہ مذکورہ احادیث ہی اس کی دلیل ہیں تو یہ ثابت ہے کہ دونوں کا صحیح ہونا کس دلیل شرعی سے ثابت ہے۔ ہم اہل سنت والجماعت تو یہ کہتے ہیں کہ امت نے اس نام کو قبول کر لیا۔ تمام مذاہب فقہاء و مجتہدین اس کو تراویح کہتے ہیں۔ اس تھی بالقبول سے ان احادیث کا صحیح ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ آپ کے ہاں تو دلیل شرعی صرف اللہ و رسول کا فرما ہے اور اللہ و رسول نے کسی ایک حدیث کو بھی نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف۔ اس لئے آپ کو تو نہ ہی کسی حدیث کے صحیح کہنے کا حق ہے نہ ضعیف کہنے کا۔ ہاں اہل سنت کا اصول یہ ہے کہ جب اللہ و رسول نے اس حدیث کو نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف تو آپ کی امت جس کو خیر لایا کمایا جس کو امت وسطا (معتدل) کمایا نے خصراً خیر القرون میں اس حدیث کو عملاً قبول فرمایا یا عملاً رد کر دیا۔ اگر قبول فرمایا تو وہ حدیث تلقی بالقبول کی وجہ سے قبول قرار پائے گی۔ اور اگر خیر القرون میں استحقاق اس کے خلاف ہوا تو یہ حدیث تلقی بالرد کی وجہ سے مردود ہوگی۔ تلقی کی حیثیت سورج کی ہے۔ جب سورج طلوع ہو جائے تو سب کی بجائے سب کو چراغ بجا دیتے جاتے ہیں۔ سورج کو چراغ دکھانے کی جرات اور جسارت کوئی غیر مقلد ہی کر سکتا ہے۔ اہل سنت والجماعت ایسی مائتوں اور جماعتوں سے محفوظ ہیں۔ تلقی بالقبول سے مراد ائمہ مجتہدین کا قبول کرنا یا رد کرنا مراد ہے۔ اہل اسلام میں اگرچہ امت سے مجتہدین گزرے ہیں جن کا مجتہد ہونا اگرچہ قرآن و حدیث میں تو منصوص نہیں مگر اہل فن کا اجماع ہے کہ وہ مجتہدین ہیں۔ ان ہی میں ائمہ اربعہ کا مجتہد ہونا بھی ہے۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں چونکہ اجماع دلیل شرعی ہے اس لئے ان کے ہاں ان کا مجتہد ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہے۔ دور برطانیہ میں جب خود رانی، خورسری اور ذہبی تواریکی کی رو میں تو کئی برخود غلط لوگ بھی اپنے کو مجتہد سمجھنے لگے یا ایک دوسرے کو مجتہد کہنے لگے۔ جب کہ ان کا مجتہد ہونا نہ اللہ و رسول سے منصوص نہ ہی ان کے مجتہد ہونے پر اہل فن کا اجماع ہے۔ وہاں تو صرف "من ترا مائتیکم تو مرا حائیکم" والا معاملہ ہے۔ ان کی حیثیت ائمہ مجتہدین کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت فضیل بن عیاض جیسے اولیاء کرام کے سامنے مست ہنگ چرسیموں

جواب:

قیام رمضان کا ایک اصطلاحی نام تراویح بھی ہے، یہ نام سنت سے ثابت نہیں مگر یہ ہر کس ونا کس کو معلوم ہے کہ اصطلاحات میں جھگڑا نہیں ہوتا۔ کئی الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا لغوی معنی علیحدہ ہوتا ہے محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور اصطلاحی علیحدہ مثلاً

۱: دیوبندی، لغت میں ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جو دیوبند کا باشندہ ہو چاہے وہ شخص مسلم ہو یا غیر مسلم ہندو ہو یا سکھ یا نصرانی وغیرہ

۲: اصطلاح میں اس شخص کو دیوبندی کہا جاتا ہے جو علماء دیوبند کا ہم عقیدہ و معتقد ہو (یعنی مقلد ہو) آپ کی پیش کردہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں، ان کا ضعیف ہونا سورۃ الحجرات کی آیت نمبر: ۶ اور اس حدیث (وغیرہ) سے ثابت ہے جسے اشرف علی تھانوی صاحب دیوبندی نے اپنے ملفوظات میں بیان فرمایا ہے۔ دیکھئے الکلام الحسن: ج ۲ ص ۶۱ ”وجبت“ مطبوعہ: مکتبہ جامعہ اشرفیہ لاہور

یہ گزر چکا ہے کہ دیوبندی لوگ ”اہل سنت والجماعت“ نہیں ہیں۔ (ص 27)

قرآن و حدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے لہذا اجماع بھی حجت شرعی ہے، قرآن و حدیث سے اجتہاد کا جواز بھی ثابت ہے، یہ اجتہاد عارضی اور وقتی ہوتا ہے اسے دائمی قانون کی حیثیت حاصل نہیں، یہاں پر بطور تنبیہ عرض ہے کہ قرآن، حدیث اور اجماع سے استدلال کرنا صرف اہل حدیث کا کام ہے، اسی طرح اجتہاد کرنا بھی صرف اہل حدیث علماء کا کام ہے، دیوبندی حضرات کے نزدیک یہ تینوں دلائل شرعیہ اور اجتہاد متروک ہیں، مثلاً

مفتی رشید احمد دیوبندی کے نزدیک صرف قول امام ہی حجت ہے اولہ اربعہ حجت نہیں ہیں کما تقدم: ص 28

دیوبندی حضرات اہل سنت نہیں ہیں کما تقدم: ص 27-29

اہل سنت صرف اہل حدیث ہیں، اور اہل حدیث کا اجماع ہے کہ صحیح حدیث کی پانچ شرطیں ہوتی ہیں۔

۱: راوی کا عادل ہونا ۲: راوی کا ضابط ہونا

۳: سند کا متصل ہونا ۴: شاذ نہ ہونا

۵: معلول نہ ہونا (دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح وغیرہ عام کتب اصول حدیث)

اہل حدیث کا اس پر بھی اجماع ہے کہ راوی کا عادل و ضابط ہونا محدثین کرام کی گواہیوں سے معلوم ہوتا ہے اہل حدیث کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ جرح و تعدیل، تصحیح و تضعیف میں محدثین کرام کی گواہیاں تسلیم کرنا عقیدہ نہیں ہے، مثلاً امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد الاسفرائینی فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”ولا يكون تقليداً في جرحه لأن هذا دليله وحجته“

اور یہ جرح تسلیم کرنا تقلید نہیں ہوتا کیونکہ یہ (گواہی) اسکی دلیل اور حجت ہے۔

(جواب الحافظ المنذري عن أسئلة في الجرح والتعديل : ص ۶۳، ۶۴)

❖ تعلق بالقبول کا مطلب ہے تمام محدثین کا یا تمام امت مسلمہ کا کسی حدیث کو قبول کرنا، یہ اجماع ہے

اور اجماع حجت ہے کما تقدم (ص 37) اس سے صرف دیوبندیوں کا تعلق بالقبول مراد نہیں ہے۔

کتنی ہی احادیث کو تعلق بالقبول حاصل ہے جنہیں آل دیوبند: خبر واحد، فنی الثبوت، غیر فقیہ کی روایت وغیرہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔

❖ یہ چاروں مجتہدین و دیگر علماء تمام مسلمانوں کو تقلید سے منع کرتے ہیں کما تقدم، (ص ۲۹، فتاویٰ ابن

تیمیہ: ۲۰/۱۰۷۲۱) لہذا یہ ثابت ہوا کہ دیوبندی حضرات ان چاروں مجتہدین کے مخالف ہیں۔

❖ دیوبندیوں کے نزدیک اجماع حجت شرعی نہیں بلکہ صرف قول امام ہی حجت شرعی ہوتا ہے کما تقدم ص 28

❖ دور برطانیہ میں مدرسہ دیوبند کی بنیاد پڑی، دیکھئے تعداد رکعات قیام رمضان ص ۴۸، ۴۹، دیوبندی

اکابر، خضر علیہ السلام کو انگریزوں کی صف میں دیکھتے تھے (حاشیہ سوانح قاسمی: ج ۲ ص ۱۰۳) علماء ہند کا شاندار

ماضی “ج ۳ ص ۲۸۰) فتویٰ جہاد پر دیوبندی اکابر نے دستخط نہیں کئے تھے، اس پر دستخط تھے توفیق محمد بن حسین

محدث دہلوی رحمہ اللہ کے تھے۔ دیکھئے ”انگریز کے باغی مسلمان“ (ص ۲۹۳) از جانا باز مرزا و دیگر کتب۔

اوکاڑوی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ ”دور بین“ یا ”خوردبین“ لگا کر اس فتویٰ میں سے

نانوتوی، گنگوہی ”مفروقہ“ وغیرہم کے نام نکال کر بتائیں!

5

بعض علماء نے فرمایا کہ:

کی ”یا امام بخاری“ امام مسلم جیسے محدثین کے سامنے پرویز اور تمنا عداوی کی۔ قانونی مسائل میں جیسے چیف جسٹس کے سامنے جہاد کی یا مستند واکٹر کے سامنے کمار کی۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اجماع یا فقہی میں قبول یا رد کرنے والوں کا صرف مجتہد ہونا ہی کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کا وہ مذہب اصول و فروع کے اجتہاد سے مطلق ہو اور متواتر ہو۔ اور اہل سنت میں چار ہی ائمہ مذاہب کی فقہ متواتر ہے اور اصول فقہ بھی۔ اس لئے ان چاروں کے متواتر مذاہب کے اتفاق کو تعلق بالقبول اور اجماع کا نام دیا جائے گا۔ اگر کسی سلف مجتہد کا قول ان

چاروں کے خلاف ہوگا تو دیکھا جائے گا کہ جس طرح ان چاروں کا مذہب متواتر ہے وہ قول بھی اسی قسم کے متواتر سے ثابت ہے۔ تو پھر وہ قادیان اجتماع ہوگا اور اگر اس کا ثبوت بطریق ہے تو بصورت سند صحیح بھی وہ ثابت ہوگا۔ اور جس طرح متواتر قرآن کے خلاف شاذ قرات مقبول نہیں نہ اس سے اس قرآن کے متواتر میں کوئی فرق پڑتا ہے تو اس قول کو بوجہ شدوؤ رد کر دیا جائے گا۔ اور نقلی یا اجتماع پر اس کا ذرہ بھر اثر نہ ہوگا۔ اور اگر وہ قول سنداً بھی صحیح نہیں تو وہ منکر اور مردود ہوگا۔ اور ائمہ اربعہ کے اجتماع پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ **مسئلہ**

رکعات تراویح کے بارہ میں مذاہب اربعہ متواترہ کے متون متواترہ سے ایک حوالہ بھی پیش نہیں کیا جاسکتا کہ تراویح صرف آٹھ رکعت ہی سنت ہیں **مسئلہ** اس سے زائد بدعت ہیں۔ گویا میں رکعت کو نقلی بالقبول حاصل ہے اور آٹھ رکعت کو نقلی بارود۔ جب انہوں نے بھی مان لیا کہ اس نماز کا نام تراویح ہے تو یاد رہے کہ تراویح ترویج کی جمع ہے اور ترویج چار رکعت کے بعد ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں۔ تو چار رکعت کے بعد ایک ترویج ہوگا۔ آٹھ رکعت کے بعد دو ترویجیں ہوں گے جن کو ترویجین کہا جائے گا۔ کیونکہ عربی میں دو کو تثنیہ کہتے ہیں، جیسے والدین، طرقتن، جانبین وغیرہ۔ اور بارہ رکعت کے بعد تین ترویجیں ہوں گے۔ تو اب جمع کا سینہ تراویح بولا جائے گا۔ ۳۴ رکعت سے کم رکعتوں پر تراویح کا لفظ ہی نہیں بولا جاسکتا۔ اسی لئے پورے خیر القرون میں ایک فرمان نبوی یا کسی ایک صحابی کا قول یا تابعی اور تبع تابعی کا قول بھی پیش نہیں کیا جاسکتا جس میں بارہ رکعت سے کم پر تراویح کا لفظ استعمال ہوا ہو۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ : عن ابی الحسن ان علیاً امر رجلاً ان یصلی بالناس خمساً وربعاً عشرين رکعتاً۔ "حضرت ابو الحسناء سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویجیں یعنی تین رکعات تراویح پڑھایا کرے۔" **مسئلہ**

جواب :

دلیل کیا ہے؟

اگر خلفائے راشدین و دیگر صحابہ سے ایک مسئلہ ثابت ہو تو کیا اسے دیوبندی مذاہب کی وجہ سے رد کر دیا جائے گا؟ گواہی کے سلسلہ میں ابن ابی لیلیٰ کے قول پر کیوں فتویٰ دیا گیا ہے؟ یہ تمام دعاوی بلا دلیل ہیں۔

آٹھ رکعات کا سنت ہونا امام مالک، ابن العربی، القرطبی، ابن حمام وغیرہم سے ثابت ہے:

"ابن حمام (حنفی) نے آٹھ کو سنت اور زائد کو مستحب لکھا ہے" (براہین قاطعہ: ص ۸)

قاطعہ: ص ۱۹۵)

قارئین کرام! براہین قاطعہ کا مصنف خلیل احمد انیسٹھوی مشہور عالی دیوبندی مقلد تھا۔

❦ یاد رکھتے، کیا شریعت دیوبند میں ایسی کوئی دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ دور رکعت پڑھ کر آرام کرنے کو تو ریجہ نہیں کہتے اور یہ کہ دور رکعت کے بعد آرام کرنا حرام ہے؟ بے شمار دیوبندی مساجد میں چار پر بھی آرام نہیں کرتے، اس طرح خیبر میل کی رفتار سے تراویح پڑھتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔

۵ اس پر بحث آگے آرہی ہے۔ ص 41


 وزارة التعليم
 
 وزارة التعليم
 
 وزارة التعليم
 
 وزارة التعليم

**مصنف ابن ابی شیبہ :** زید بن علی بن ابیہ عن جدہ عن علی رضی اللہ عنہما انہ امرانی یصلی بکلتی صلوۃ القيام فی شہر رمضان ان یمشی بھم عشرین رکعہ یصلم فی کل رکعتین قیراوح مابین کل اربع رکعات فیرجع ویلتاحاجہ ویترجأ لرجل فان یوترھم من التمر اللیل حین التصراف (مسند الامام زید ص ۱۳۹) "امام زید اپنے والد امام زین العابدین سے" وہ اپنے والد گرامی امام حسینؑ" وہ اپنے والد محترم حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ رمضان میں نماز تراویح پڑھانے والے کو ہیں تراویح پڑھانے کا حکم دیتے۔ وہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتا اور ہر چار رکعت کے بعد وقت (ترویج) کرتا کہ صاحب حاجت حاجت سے فراغت کر سکے" بے وضو وضو کر سکے اور وتر رات کے آخری حصہ میں پڑھائے۔"

ان دونوں احادیث میں خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حکم بھی ہے میں رکعت پڑھانے کا اور لفظ تراویح بھی ہے۔ اور اس کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔ اب غیر مقلدین سے ہمارا مطالبہ یہی ہے کہ وہ بھی حضرت علیؑ آخری خلیفہ راشد سے آئندہ رکعت کا حکم اور اس کے ساتھ تراویح کا لفظ و کلام دیں۔ ہم نے دو احادیث پیش کی ہیں، وہ ایک ہی پیش کریں جس میں یہ تینوں باتیں ہوں۔ یہ تو زبیر علی کے بس کی بات تھیں۔ البتہ ابو الحسنؒ تھیں ان کا کہنا ہے، تعارف نہیں ہے۔ وہ حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں۔ حضرت امام حسینؑ اور حضرت ابو عبد الرحمن السلمی کے ہم جماعت ہیں۔ ان کی یہ روایت تلقی بالقبول کا شرف پائیگی ہے۔ اس کے مقابلہ میں آپ اس پر ایسی مفسر جرح کریں جو جنتیق علیہ بھی ہو اور اس کا ثبوت بھی تواتر سے ہو۔ جس روایت کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو اس کو رو کرنا صرف حماقت ہی نہیں شرارت بھی ہے۔

عن سعید بن جبیر عن علی بن رباح عن کان یصلی بهم فی رمضان خمس ترویجات و یوتر بثلاث

(مفت ابن اشہد) "حضرت سعید بن عید سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ رمضان میں ہمیں پانچ تراویح (تیس رکعت تراویح) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔" **۵**  
 یہ علی بن ربیعہ حضرت فاروق اعظم اور حضرت علی کے شاگرد ہیں۔ اس میں بھی تراویح کا لفظ موجود ہے اور تاقیامت ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ اس پہلی صدی میں آٹھ رکعت کے ساتھ تراویح کا لفظ استعمال ہوا ہو یا ایک شخص کا نام بتایا جائے جو میں تراویح کی جماعت سے تھک چکا ہو۔  
 کر بھاگ جاتا ہو۔

**۵**

من ابی البختری اللہ کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان فہو تر ہلاک (ابن ابی شیبہ)

(۴۷۹)

## جواب

۱ زیدی شیعوں کی یہ مسند زید، موضوع اور سفید جھوٹ ہے (دیکھئے تعداد رکعات قیام رمضان: ص ۲۹)  
 اس کاراوی عمرو بن خالد الواسطی ہے جو کہ اوکاڑوی حیاتی کی طرح کذاب ہے، امام احمد نے اسے کذاب کہا ہے۔ (تعداد رکعات ایضاً)

امام احمد بن حنبل کے باغیوں کا اس موضوع کتاب سے استدلال کرنا خود ان لوگوں کی رسوائی کا باعث ہے۔  
 ۲ جب ہم جناب عمر رضی اللہ عنہ سے آٹھ کا حکم ثابت کرتے ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں صحابی سے ثابت کرو، اگر ہم قولی حدیث پیش کر دیں مثلاً مسئلہ وتر، تو یہ فعلی حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں، اگر ہم فعلی احادیث پیش کریں مثلاً مسئلہ رفع الیدین تو یہ قولی حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں سارا مقصد مذہب دیوبند کو بچانا ہے اور بس!

اوکاڑوی صاحب خود لکھتے ہیں:

"مدنی سے خاص دلیل کا مطالبہ کرنا کہ یہ خاص قرآن سے دکھایا خاص ابو بکر و عمر فاروق کی حدیث دکھایا خاص فلاں فلاں کتاب سے دکھایا یہ محض دھوکا اور فریب ہے کتاب و سنت نے دلیل خاص کی ہرگز پابندی عائد نہیں کی..... یہ خالص مرزا قادیانی کی سنت ہے" (تحقیق مسئلہ رفع الیدین: ص ۲۱ و مجموعہ رسائل: ج ۱ ص ۱۹۷)

معلوم ہوا کہ اوکاڑوی صاحب نے مرزا قادیانی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے خاص "حضرت" علی رضی اللہ عنہ سے حدیث کا مطالبہ کیا ہے، اور ان (اوکاڑوی) کا یہ مطالبہ محض دھوکا اور فریب ہے۔

اوکاڑوی صاحب اگر ہم آپ سے خاص دلیل کا مطالبہ کر بیٹھیں تو آپ کو بھاگنے کا راستہ بھی نہ ملے گا، اچھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کتب اسماء الرجال سے ابو الحسناء کا ثقہ ہونا اور تابعی ہونا ثابت کریں۔

یہ بھی ثابت کریں کہ یہ ابوالحسناء جناب علی رضی اللہ عنہ کا شاگرد تھا۔

الف: کیا مصنف ابن ابی شیبہ، ائمہ اربعہ کی کتب متون میں سے ہے۔

ب: کیا علی بن ربیعہ رحمہ اللہ یہ رکعتیں سب سے پہلے پڑھنے کے قابل تھے، مجرد پڑھنا پیش کرنے کی ضرورت نہیں، اپنے دعویٰ کے مطابق دلیل لائیں۔

اس روایت کی سند: حدثنا غندر عن شعبة عن خلف عن ربيع بن (ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۳۹۳)

آپ خلف اور ربيع کا کتب رجال سے تعارف کرائیں۔ اور یہ بھی ثابت کریں کہ وہ یہ رکعتیں سنت مؤکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے، اذلیس فلیس

”حضرت ابوالبختاری رضی اللہ عنہ میں پانچ ترویجے اور تین و ترویجے کرتے تھے۔“

حضرت ابوالبختری جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے شاگرد ہیں اور ۸۳ھ میں شہید ہوئے آپ بھی پہلی صدی ہجری کے امام الترمذی ہیں۔ اور آپ میں تراویح پڑھاتے تھے۔ اس روایت میں بھی تراویح کا لفظ ہے نہ یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اس صدی میں کسی نے آٹھ رکعت کے ساتھ تراویح کا لفظ استعمال کیا نہ یہ کہ کوئی آٹھ پڑھ کر ہمارے <sup>میں</sup> جانے ہو نہ یہ کہ کسی نے ہیں رکعت تراویح کو بدعت قرار دیا <sup>میں</sup> نہ یہ کہ کسی نے ہیں رکعت کے خلاف شتہار بازی کی ہو انہی چنانچہ دیکھیں ہوں اور مناظرے کا شور مچایا ہو۔

فتا ابو العصب قال کان یومنا سوید بن غفله فی رمضان خمس ترمیحات عشرون رکعت (بخاری ص ۲۹۹) حضرت ابو العصب سے روایت ہے کہ حضرت سوید بن غفله رمضان میں پانچ ترمیحات میں رکعت پڑھاتے تھے۔ یہ بھی جلیل القدر تابعی ہیں۔ ۸۲ھ میں وصال فرمایا۔ اس میں بھی بیس رکعت کے ساتھ تراویح کا لفظ موجود ہے۔ کیا اس کے مقابلہ میں اس پہلی صدی میں پوری اسلامی دنیا میں ایک سجدہ کا امام بتایا جا سکتا ہے کہ وہ رمضان میں صرف آٹھ رکعت پڑھاتا اور اس کو نماز تراویح کہتے ہو۔

اسی طرح حضرت شہید بن شکل ۶۵ھ جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عائشہؓ  
حضور اور سیدہ ام حبیبہ کے شاگرد ہیں میں تراویح پڑھایا کرتے تھے (یعنی ص ۴۶۹ ج ۲) امام

حارث ہمدانی جو حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں، بھی میں تراویح پڑھایا کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ)  
 امام ابن ابی شیبہؒ نے بھی میں رکعت تراویح پڑھاتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہؒ) اس کے بعد  
 مذہب اربعہ دون ہو کر متواتر ہو گئے۔ ان کے بارہ میں علامہ سید محمد انور شاہؒ اور ائمہ مجددہ تحریر  
 فرماتے ہیں : "بقل احد من الائمة الاربع باقی من عشرين رکعت من الترابیع والہ جمہور الصحابہ  
 رضوان اللہ علیہم (العرف اشفی ص ۳۰۹) "ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی میں رکعت سے کم  
 تراویح کا قائل نہیں اور جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی اسی کے قائل تھے۔ یہاں تک کہ امام  
 ترمذی نے ۸ رکعت تراویح کسی کا مذہب ہونا ذکر ہی نہیں کیا۔

ایک اور دعویٰ : صاحب رسالہ نے ص ۱۳ پر یہ دعویٰ کیا ہے "تجدید تراویح" قیام میں  
 قیام رمضان، ورنہ ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔ مگر اس دعویٰ پر نہ کوئی قرآن پاک کی آیت  
 دلیل میں پیش کی ہے اور نہ ہی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ

(۳۰۰)

جواب :

یہ بھانسنے والے اس دور میں آپ کے دیوبندی بھائی ہی ہیں، اہل حدیث تو پڑھتے ہی آٹھ ہیں سنت  
 سمجھ کر، اور پڑھتے بھی اہل حدیث کے پیچھے ہی ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ کا قول (ص 34) پر گزر چکا ہے، میرے علم میں کسی مستند عالم نے میں رکعات کو  
 سنت مؤکدہ نہیں کہا ہے، رہے مقلدین حضرات تو ان کا قول اور عدم قول ایک برابر ہے۔

فعل سمجھ کر پڑھنے والا میں رکعات پڑھے یا چالیس، اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں  
 اختلاف صرف سنت مؤکدہ سمجھ کر پڑھنے میں ہے، کیا سوید بن غفلہ رحمہ اللہ یہ میں رکعات سنت مؤکدہ  
 سمجھ کر پڑھتے تھے؟ ہاتھ ابرہانکم ان کنتم صادقین (نیز دیکھئے نمبر ۴ تا نمبر ۶)

اس کی مکمل سند مع توثیق رواۃ صحیح السند بمطابق اصول حدیث پیش کریں۔ (نیز دیکھئے نمبر ۵ و نمبر ۶)  
 حارث ہمدانی کا تعارف اسماء الرجال سے کرائیں اور حارث تک سند کی صحیح بھی ثابت کریں، نیز  
 دیکھئے نمبر ۶ (حارث الاور کو امام شعبیؒ: کذاب کہتے تھے، دیکھئے تہذیب الجہدیب وغیرہ)

کیا ابن ابی شیبہؒ (و حارث و شعیب و سوید بن غفلہ) یہ رکعتیں سنت مؤکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے؟  
 مصنف ابن ابی شیبہؒ (ج ۲ ص ۳۹۳) کے محولہ صفحہ پر لکھا ہوا ہے کہ :



۱: عبدالرحمن بن الاسود ۴۰ = ۷ + ۳۳ رکعتیں پڑھتے تھے۔

۲: داود بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں لوگوں کو ۳۶ = ۳ + ۳۹ رکعتیں پڑھتے ہوئے پایا ہے۔

۳: سعید بن جبیر ۶ ترویحات اور ۷ ترویحات پڑھتے تھے۔

اوکاڑوی صاحب ۴ رکعتوں کو ترویج کہتے ہیں لہذا یہ ۲۳ اور ۲۸ رکعتیں ہیں، کیا یہ لوگ یہ رکعتیں سببِ موکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے؟  
اگر یہ سببِ موکدہ نہیں ہیں تو بیس رکعات بھی سببِ موکدہ نہیں ہیں۔

✽ النورشاہ صاحب ایک غالی دیوبندی تھے جو ترویج والی صحیح حدیث کا جواب چودہ (۱۴) سال تک سوچتے رہے، دیکھئے العرف العذی ص ۱۰۷، وتعداد رکعات قیام رمضان ص ۵۶

آخری عمر میں وہ اپنی ان کارروائیوں پر سخت شرمندہ تھے۔ دیکھئے (وحدت امت: ص ۲۰ تا ۱۸)  
دیوبندیوں کی یہ عادت ہے کہ اہل حدیث کے خلاف اپنی کتابوں، مضامین اور تقریروں میں اپنے مقلد مولویوں کے اقوال وغیرہ پیش کرتے ہیں، حالانکہ ان کے یہ ضائد فریفتہ مخالف کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہاں یہ بطور تنبیہ عرض ہے کہ ہم، دیوبندیوں اور تمام گمراہوں کے خلاف ان کے اکابر، احبار و رہبان کے اقوال وغیرہ بطور الزام الخصم و اتمام حجت پیش کرتے ہیں جس کی دلیل ہمارے پاس صحیح احادیث ہیں۔ میں نے یہ مسئلہ ثل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داود (ج ۲ ص ۵۶۹ ح ۲۶۶۱) وغیرہ میں مدلل لکھا ہے، والحمد للہ

النورشاہ صاحب تہجد و تراویح کو ایک ہی نماز سمجھتے ہیں، دیوبندی اس بات کو صرف "غیر مقلدین" کا موقف ہی سمجھتے ہیں النورشاہ صاحب کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ آٹھ رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (العرف العذی: ۱۶۶/۱)

✽ (تعداد رکعات قیام رمضان ص ۱۳ تا ۱۶) پر اس دعویٰ کی دس دلیلیں مذکور ہیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ "تعداد رکعات قیام رمضان" کا خود مطالعہ کریں۔

اس دعویٰ کی دلیل نمبر: ایہ لکھی ہوئی ہے: ”نبی ﷺ سے تہجد اور تراویح کا علیحدہ علیحدہ پڑھنا قطعاً ثابت نہیں ہے“ (ص ۱۳ تعداد) اوکاڑوی صاحب کا کام ہے کہ اس دلیل کو وہ حدیث پیش کر کے توڑ دیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ نبی ﷺ تہجد علیحدہ پڑھتے تھے اور تراویح علیحدہ پڑھتے تھے۔ اس دعویٰ کی آخری دلیل نمبر: ابھی حدیث ہی ہے۔ والحمد للہ

(8)

تاریخ: سارنگدھری

جو داروں پر لکھتے ہیں: اہل حدیث کے دو اصول ’قرآن خدا فرماں رسول‘ یہ محض بحث ہے، غلطی سے مراد دھماکا ہے۔ یہ حضرات دو دینی پالیسی کے ماہر ہیں۔ ص ۸۳ پر لکھتے ہیں: ”مفسدین مثلاً طاعنی قاری وغیرہ کے حوالے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد، بخاری، مسلم وغیرہ یا ان جیسے علماء کے حوالے پیش کریں۔“ اب پہلا سوال یہ ہے کہ آپ نے ان چھ حضرات کی تقلید کا کب سے التزام فرمایا ہے؟ اور کس دلیل سے یہ التزام فرمایا ہے۔ دو سوال یہ ہے کہ جناب نے ص ۸۳ پر امام غزالی، امام ابن حجر، مسلمان، شافعی، امام ابن ہمام، حنفی، امام بخاری، امام سیوطی، شافعی کے حوالے کس لئے پیش کیے ہیں۔ ام نقل و لا نقل۔ دیکھیں راہبیت خود سہاں، ضمیمہ اور بحر و باہر اس بات کے قائل ہیں کہ استقراء میں رکعت تراویح پڑھا۔ اور ان میں سے کسی ایک کے ہمارے آپ ثابت نہیں کر سکتے کہ وہ آخر پڑھا کر مسجد سے باہر جاتا ہو۔

دو سو سال کی بحث : کتنا ہے چودہ سو سال میں کسی ایک نئے محدث سے ثابت کریں کہ حدیث عائشہ کا تعلق نماز تراویح کے ساتھ نہیں۔ جناب سن! امام مالک، امام عبدالرزاق، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوداؤد، امام ابویوسف، امام ابن خزیمہ، امام دارمی، امام مروزی، صاحب مشکوٰۃ۔ یہ حضرات علیحدہ تھے یا نہیں؟ ان کی کتابوں میں تراویح کے ابواب ہیں یا نہیں؟ مگر ان میں سے کوئی بھی حدیث عائشہ کو تراویح کے باب میں نہیں لایا۔ امام بخاری اس حدیث کو تہجد کے باب میں لائے اور قیام رمضان میں بھی تاکہ تراویح کے بعد تہجد پڑھی جائے۔ چنانچہ امام بخاری خود تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے (تہجد الباری ص ۳۹، ۴۰) یہاں بخاری حسین بھی آپ کے نزدیک محدث تھے یا نہیں؟ وہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے (العلیقات بعد السمات ص ۱۳۸) یہاں بخاری حسین کے دادا استاد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بھی علیحدہ تھے یا نہیں؟ وہ صاف صاف تصریح فرماتے ہیں کہ حدیث عائشہ کا کوئی تعلق نماز تراویح سے نہیں (حاشیہ ص ۱۰) سن ۶۹ قادیانی غزنی ص ۳۸ تا ۳۹

دو سو سال کی بحث : چودہ سو سال میں کسی ایک نئے محدث سے ثابت کریں کہ تراویح اور تہجد میں جیسٹ کل المعودہ علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔ چودہ سو سال کے محدثین نے جس طرح تہجد اور عصر کے باب الگ الگ بانڈھے ہیں مطرب اور مشاء کے باب الگ الگ بانڈھے ہیں۔ جہد اور عیدین کے باب الگ الگ بانڈھے ہیں۔ اسی طرح تہجد، قیام رمضان اور وتر کے ابواب بھی الگ الگ

جواب:

الحمد للہ ہم قرآن و حدیث کو حجت سمجھتے ہیں، قرآن و حدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے، ہم اس کے بھی قائل ہیں، قرآن و حدیث اور اجماع سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے ہم بھی اس کے جواز کے قائل ہیں۔ ہر اجتہاد عارضی و وقتی ہوتا ہے، اسے دائمی قانون کی حیثیت حاصل نہیں، قرآن و حدیث اور اجماع سے تقلید کی ممانعت ثابت ہے لہذا ہم تقلید کے مخالف ہیں، واللہ

دیوبندیوں کے نزدیک نہ قرآن حجت ہے اور نہ حدیث، نہ اجماع حجت ہے اور نہ اجتہاد کرنا، وہ صرف اور صرف امام ابوحنیفہ کے قول کے مقلد ہیں، مگر مقدم ص 28

لہذا اوکاڑوی ہو یا کوئی دیوبندی، اصولاً انہیں صرف امام کا قول پیش کرنا چاہئے، قرآن کی کسی آیت مہ رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث اور اجماع سے وہ صرف اس وقت استدلال کر سکتے ہیں جب ان کے مزعوم امام نے ان سے استدلال کیا ہو، اذلیس فللیس یہ بے اصول لوگ اپنے خود ساختہ اصولوں پر کبھی قائم نہیں رہتے۔

یہ نکتہ یا اصطلاح کی کس کتاب کا مسئلہ ہے کہ کسی امام کے قول پیش کرنے کا مطالبہ تقلید کہلاتا ہے؟ جناب والا! میں آپ کو اس سوال کے ذریعے یہ سمجھاتا ہوں کہ آپ اپنے اس مسئلہ میں رکعات سنت مؤکدہ، میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی وغیرہم کے مخالف ہیں۔

۱۔ اگر بعد دیگر اماموں نے تقلید سے منع کیا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ج ۲۰ ص ۱۰، ۲۱۱ وغیرہ) نیز دیکھئے ص 29

لہذا ان کی تقلید کرنے والا ان اماموں کا مخالف ہے۔

۲۔ آپ پر بطور الزام و اتمام حجت پیش کئے ہیں۔ تعداد رکعات قیام رمضان ص ۱۵ پر ان جیسے ایک قول کے بعد یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ”یہ مخالفین کے گھر کی گواہی ہے“ نیز دیکھئے ص 44

۳۔ زبانی دعویٰ نہ کریں بلکہ ان علماء سے باحوالہ کتاب، جلد و صفحہ وغیرہ سے ثابت کریں کہ:

۱: میں رکعات تراویح (نبی) صحیحہ مؤکدہ ہیں۔

۲: تہجد اور تراویح علیحدہ نماز ہے۔

۳: حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعلق تراویح کے ساتھ نہیں ہے۔

❖ کیا وجہ ہے کہ آپ کے دیوبندی آپ کی تقلید نہیں کرتے؟ اور آٹھ پڑھ کر بھاگ جاتے ہیں۔

❖ یہ تمام محدثین تھے مگر ان میں سے ایک بھی یہ نہیں کہتا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعلق تراویح

کے ساتھ نہیں ہے، کسی کا باب نہ باندھنا آپ کے دعویٰ کی دلیل نہیں ہے۔ آپ رفع یدین کے خلاف،

بے انصافی کا ارتکاب کرتے ہوئے حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ پیش کرتے ہیں حالانکہ ان دو دیگر

محدثین میں سے کسی نے بھی اس پر ترک رفع یدین کا باب نہیں باندھا۔

❖ اس کا جواب نمبر ۷ پر گزر چکا ہے۔ (ص 47 نمبر ۷)

❖ تیسیر الباری سے اسکی، امام بخاری تک پوری سند پیش کریں اور اس سند کا صحیح ہونا بھی ثابت کریں

چونکہ تہجد بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے لہذا یہ بھی ثابت کریں کہ: امام بخاری رحمہ اللہ بیس رکعات

تراویح، سنت موكده سمجھ کر اور بعد میں تہجد، سنت سمجھ کر پڑھتے تھے۔ اذلیس للیس

❖ بے شک وہ محدث تھے، آپ کے مددو حواجہ غلام فرید نے غلو کرتے ہوئے ان (سید زید حسین

رحمہ اللہ) کے بارے میں کہا: ”وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں“ (مقامیں الجالس: ص ۷۹۶)

سید زید حسین الدہلوی رحمہ اللہ گیارہ رکعات کے قائل تھے۔ (فتاویٰ نذیریہ: ج ۱ ص ۶۳۵)

لہذا (۳+۸) گیارہ (۱۱) رکعات سنت سمجھ کر (بغیر وتر کے) پڑھنے کے بعد رات کے کسی حصے میں کچھ

نوافل پڑھ لیے تو اس سے آپ کا دعویٰ کہاں سے ثابت ہو گیا؟

❖ محدث تو تھے مگر ان کا ثقہ ہونا معلوم نہیں، فتاویٰ عزیزی کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معتدل

قسم کے مقلد تھے، اور مقلد کا ثقہ ہونا ثابت نہیں ہے، شاہ عبدالعزیز صاحب موضوع و بے اصل احادیث

کو ”صحیح احادیث“ لکھتے ہیں دیکھئے (فتاویٰ عزیزی ص ۴۴۷ و مختصر منہاج السنۃ للذہبی ص ۲۸) خیر

القرون سے لے کر انگریزی و در تک اوکاڑوی صاحب کو کوئی محدث نہیں ملا۔

❖ اوکاڑوی صاحب اس سلسلہ میں کچھ بھی ثابت نہیں کر سکے، واللہ

(9)

ترجمہ: (۱) امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "یہ مغل نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں کئی رکعت پڑھیں۔" (مصابیح ص ۴۴) ع

(۲) علامہ نیک شافعی فرماتے ہیں: "یہ مغل نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں کئی رکعت پڑھیں۔" (مصابیح ص ۴۴) ع

(۳) علامہ شوکانی فرماتے ہیں: "تراویح کو کسی خاص عدد میں حصر کرنا اور اس میں خاص مقدار قرات کا ذکر کرنا ایسا بات ہے جو سنت میں وارد نہیں ہوئی (مثل الادب ص ۳۳۷ ج ۳) ع

(۴) علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: "مؤمنان کی راتوں کی تراویح کے لئے کوئی عدد معین نہیں" (نزل الابرار ص ۳۶ ج ۱) ع

(۵) میر نور الحسن صاحب فرماتے ہیں: "تراویح کا کسی مرفوع حدیث میں کوئی معین عدد نہیں آیا (عرف الجاری ص ۸۷) ع

(۶) عاب صریح حسن خان فرماتے ہیں: "سب مبین مرفوع روایت ہیں نہیں ہے (اربعہ الرجح

باندھے ہیں۔ اسی طرح چودہ سو سال کے فتنہ نے بھی اپنی کتابوں میں ان نمازوں کے مسائل ایک ایک بیان کئے ہیں۔

تیسری بڑ : چودہ سال میں کسی ایک محدث سے ثابت کریں کہ میں رکعت تراویح کے سنت ہونے پر اجماع ہے۔ جناب سے گزارش ہے کہ پہلے سنت اور اجماع کی جامع مانع طرف دلیل شرعی سے ثابت کریں۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں سنت کے لئے موافقت اور استقرار ضروری ہے۔ اور نام اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ استقرار میں رکعت تراویح پر ہی ہوا ہے۔

امام ابن تیمیہ صلی (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں میں تراویح کا ذکر کر کے خدا کا اجماع الحسنی (الطبی ص ۸۰۳ ج ۲) علامہ علی قاری فرماتے ہیں: "لعمرو اللہ! (شرح غنیہ ص ۱۰۴ ج ۱) ثواب صریح حسن فرماتے ہیں: "قد عدا ما وقع فی زمن عمر کمالا لجماع (عن الہاری ص ۴۰ ج ۲) خدا کا اجماع (العبید اللہ) اب جناب کا فرض ہے کہ کسی ایک ثقہ محدث یا محدث سے ائمہ رکعت پر استقرار اور اجماع ثابت کریں جس کی نقل اسی طرح ہر صدی میں متواتر ہوتی آ رہی ہو۔

چوتھی بڑ : چودہ سو سال میں کسی ایک ثقہ محدث سے ثابت کریں کہ ائمہ رکعت سنت نبوی میں (ص ۸۳) ع

(۱) امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کے باب میں کوئی معین عدد ثابت ہے جو کم و بیش نہیں ہو سکا وہ غلطی پر ہے" (لادنی ابن تیمیہ ص ۳۰ ج ۲) ع

(۲) علامہ نیک شافعی فرماتے ہیں: "یہ مغل نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں کئی رکعت پڑھیں۔" (مصابیح ص ۴۴) ع

(۳) علامہ شوکانی فرماتے ہیں: "تراویح کو کسی خاص عدد میں حصر کرنا اور اس میں خاص مقدار قرات کا ذکر کرنا ایسا بات ہے جو سنت میں وارد نہیں ہوئی (مثل الادب ص ۳۳۷ ج ۳) ع

(۴) علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: "مؤمنان کی راتوں کی تراویح کے لئے کوئی عدد معین نہیں" (نزل الابرار ص ۳۶ ج ۱) ع

(۵) میر نور الحسن صاحب فرماتے ہیں: "تراویح کا کسی مرفوع حدیث میں کوئی معین عدد نہیں آیا (عرف الجاری ص ۸۷) ع

(۶) عاب صریح حسن خان فرماتے ہیں: "سب مبین مرفوع روایت ہیں نہیں ہے (اربعہ الرجح

جواب:

اوکاڑوی صاحب!

آپ میں رکعات کے سنت مؤکدہ ہونے اور اس پر اجماع کے قائل ہیں لہذا آپ پر یہ لازم

ہے کہ سنت مؤکدہ اور اجماع کی تعریف اپنے مزعوم امام سے باسند صحیح ثابت کریں۔

❖ مفتی ابن قدامہ (ج ۱ ص ۳۵۶ مسئلہ ۱۰۹۵) میں بیس رکعات کے سنتِ موکدہ ہونے پر اجماع مذکور نہیں بلکہ صرف ”الختار“ پر ”کالا جماع“ لکھا ہوا ہے، یعنی اجماع نہیں ہے مگر اجماع جیسا ہے۔ اسی مفتی ابن قدامہ (۱۸۱/۱ مسئلہ ۴۲۶) پر یہ لکھا ہوا ہے کہ جرابوں پر مسح کے بارے میں اجماع ہے کہ جائز ہے۔ ”لکان اجماعاً“ اوکاڑوی صاحب وغیرہ اس اجماع کے سراسر مخالف ہیں۔ ملا علی قاری، صدیق حسن بھوپالی وغیرہ کے حوالے فضول و مردود ہیں۔

❖ فتاویٰ ابن تیمیہ کی بحث مذکور کی مکمل فوٹو سٹیٹ اور اس کا ترجمہ پیش کریں۔ مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۳ ص ۱۱۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہ (۱۱) رکعات تراویح پڑھنا حسن یعنی اچھا ہے، نیز دیکھئے انوار مصابیح (ص ۵۹۵، ۵۹۶)

❖ سبکی کا پورا کلام لکھیں اور پھر اس کا ترجمہ کریں، اسی کلام میں سبکی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”فان ذلک من النوافل من شاء اقل ومن شاء اکثر“

پس یہ بات نوافل میں سے ہے، جس کی مرضی ہو کم تعداد میں پڑھے اور جس کی مرضی ہو زیادہ تعداد میں پڑھے۔ (الحاوی للفتاویٰ: ۳۵۰/۱ والمصابیح فی صلاة التراويح للسیوطی: ص ۴)

اسی کلام میں گیارہ رکعات کو ”هی صلوة رسول الله ﷺ“ بھی لکھا ہوا ہے۔

(حوالہ مذکورہ انوار مصابیح ص ۶۰)

❖ نیل الاوطار وغیرہ کے حوالوں میں حبیب الرحمن اعظمی، کذاب و ضائع نے جو خیانتیں کی تھیں، مولانا غازی احمد رحمانی رحمہ اللہ نے انوار مصابیح (ص ۶۶) وغیرہ میں مفصل جواب دے دیا تھا مگر اوکاڑوی صاحب اگلے ہوئے نوالے چارہے ہیں۔ نیل الاوطار میں ہی شوکانی صاحب نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ سے رمضان میں گیارہ (۱۱) کا عدد ثابت ہے۔

❖ اہل حدیث کے خلاف وحید الزمان، نور الحسن اور نواب صدیق حسن خان کے حوالے پیش کرنا

اصولاً غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ اوکاڑوی صاحب کی ایک طویل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ:

”نواب صدیق حسن خان، وحید الزمان اور میر نور الحسن کی کتابیں، اہل حدیث علماء اور عوام سب کے

نزدیک متروک ہیں“ دیکھئے تجلیات صفحہ: ج ۱ ص ۶۲۱، مجموعہ رسائل: ج ۳ ص ۷۷

بالاتفاق متروک کتابوں کے حوالے پیش کرنا کون سی دیوبندی عدالت کا انصاف ہے؟

”نزل الابرار“ کو حال ہی میں انتہائی گمراہ اور ساقط العدالت دیوبندیوں نے لاہور سے شائع کیا ہے اور اپنا نام ”جمعیت اہل سنت لاہور“ رکھ دیا ہے۔ حالانکہ دیوبندیوں کا اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے، ادا کاڑوی حیاتی دیوبندی صاحب اپنے اکابر کی طرح کذاب اور متروک ہیں۔ بانی دیوبند، محمد قاسم نانوتوی صاحب کہتے ہیں:

”میں سخت نادوم ہوا اور مجھ سے بجز اس کے کچھ بن نہ پڑا کہ میں جھوٹ بولوں اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا“ ارواحِ ثلاثہ: ص ۳۳۱ و معارف الاکابر: ص ۲۶۰

اس پر اشرف علی تھانوی صاحب نے حاشیہ لکھتے ہیں کہ:

”چونکہ اس میں کسی کا ضرر نہ تھا اس لئے اباحت کا حکم کہا جائے گا“ (ایضاً)

یعنی نانوتوی صاحب (اور) تھانوی صاحب کے نزدیک جھوٹ بولنا مباح ہے۔ میں نے ”نزل الابرار“ جو کہ متروک کتاب ہے کھول کر دیکھی اس میں لکھا ہوا ہے کہ:

”والراجع أن بصلی إحدى عشرة ركعة“

راج بھی ہے کہ گیارہ (۱۱) رکعات پڑھی جائیں۔ (نزل الابرار: ج ۱ ص ۱۲۶)

اسی ایک حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حیاتی صاحب نے نور الحسن اور صدیق حسن خان کے حوالوں میں کیا کیا خیانتیں نہ کر رکھی ہوں گی۔

اس کا جواب سابقہ حوالے میں گزر چکا ہے۔

(۱۰)

بتاب ایک محدث کہتے تھے یہاں چھ محدث ہیں جو کہ رہے ہیں کہ حضور سے کوئی بھی حد نہیں امت مسلمہ۔

ہمارا سوال : بتاب نے ہر سوال میں محدث کی قید لگائی ہے۔ فقیر اور مجتہد کی قید کیں نہیں لگائی ہے جبکہ خداوند قدس نے اپنے بندوں کو فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی

فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَىٰ ظَنِّهِ فَإِنْ اشْتَمَلَ عَلَىٰ غَيْرِ فَلْيَحْذَرُوا فِيهِمْ إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ۔ ”ناکہ وہ دین میں فقیر نہیں اور اپنی قوم کو ذرا نہیں جب وہ لوہیں ان کی طرف نا کہ وہ بگ جائیں۔“ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فقہ کو خیر اور فقہاء کو خیار فرمایا (حقیق طبع) اور یہ بھی فرمایا کہ ہر عامل فقہ (مجلس محدث) فقہ نہیں ہوتا (ترجمہ) اور خود محدثین ۱۲ اعتراف ہے کہ فقہاء معانی صحت میں ہم سے بیستہ عالم ہیں

(تقدی) امام بخاری فرماتے ہیں: علیک بغلقہ فقہ کو لازم پکڑنا فقہ۔۔۔ بے شک وہ حدیث کا پل ہے (المعللہ) اور مہرین فقہاء کو غیب اور اپنے آپ کو پشامی کہتے ہیں (تاریخ بغداد) اور یہ مہرین تو خود انہی کے گوشہ میں اور مقلد ہیں۔ کسی کا ذکر طبقات حقیقہ میں ہے، کسی کا طبقات مانجہ میں، کسی کا طبقات شافعیہ میں، کسی کا طبقات حنابلہ میں، کسی کے حالات میں طبقات غیر متقدمین مابقی کوئی کتاب کسی سلسلہ مہرث یا موشع نے لکھی ہی نہیں اور نہ ہی کسی سلسلہ مہرث کا اعتراف ہے کہ میں نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا اور نہ عقید کرتا ہوں بلکہ غیر مستند ہوں۔ اب جناب کے سوالات ایسے आहेत ہوں گے جیسے کوئی پاگل یہ کہے کہ میں کسی واکو کا نسخہ نہیں لیتا جب تک کوئی پشامی اس نسخہ کی توثیق نہ کرے۔ مگر یہ بھی تائید کہ مہرین کے مکمل اصول و فروع مکمل مذہب اور حوازی ہیں۔ صحاح حوازی لکھوں کو چھوڑ کر مہرث کی دعوت دینا کو مہرث اصل واصل ہی کر سکتا ہے۔

**شعبہ ہندوستان :** تھوڑے سے مہرث یہ عنوان دیا ہے اور لکھا ہے کہ (مولا) خیر محمد بٹولی چنی دلاوری، اعظم کوسمی نے ابو شعیبہ میں مثنیٰ جیسے حشو کو مضمہ بالکتاب راوی کی وقعت اور واقعہ کی کو حقیقہ کی ہے اور مہرث پر ہیں تراویح کی مرفوع حدیث کو مرفوع لکھا ہے۔ انہوں میں کا راجا کی مثنیٰ جو حقی غیر مقلد ہیں اس کی توثیق کو امام اہل بیت والحدیث کہتے ہیں جس کو قریب غلبہ شیعہ کی وہ سطر ہی صحیح پر مثنیٰ نہ آئیں۔ ابن جریر مقلد شافعی نے جرح و تعدیل کے بارے میں لکھا کہ ذکر کیا۔۔۔

العلیۃ من لم یوثق فیہ ضعیف مہرث بلکہ بغدادی و ابن الاثیر و غیرہ

مہرث ہندوستان کا تعاقب

حدیث پر ماضی الضعیف ابو سافط۔ البحارہ عشر من مضمہ بالکتاب القامہ عشر من اطلاق علیہ اسم الکتاب و کتب (تقریب ص ۱۱) اسواں طبقہ ابن راویوں کا ہے جن کی باطل توثیق نہیں کی گئی اور ان کو ضعیف کہا گیا۔ جرح مفر سے سب سے اس کی طرف اشارہ حرو۔ الحدیث یا واضی الحدیث یا سافط نے کہ چاہے کہ۔ مہرثوں طبقہ وہ ہے کہ راوی مضمہ بالکتاب وہ اور بارعراں طبقہ وہ ہے کہ راوی نہ کذب اور وضع کا اطلاق ہو۔ مگر حافظ ابن جریر نے ص ۲۲ پر لکھا ہے کہ ابو شعیبہ سے صحاح و تراویح میں سے تقدی اور ابن ماجہ نے حدیث لی ہے۔ وہ واسطہ کا قاضی ہے اور حشو کہ الحدیث ہے۔ لیکن پھر قاضی نے جنہوں طبقات کو تخریج کیا ہے۔ موضوع بارعراں طبقہ والے کی حدیث ہوئی ہے نہ کہ دوسری طبقہ والے کی۔ جب کہ ابو شعیبہ کا دوسرا طبقہ میں شامل کیا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ دوسری طبقہ کے راوی میں وہ باقی ہوتا ضروری ہے (۱) اس کی کسی نے توثیق نہ کی ہو بلکہ امام یزید بن ہارون نے اس کو نہ صرف حائل بلکہ اہل قرار دیا ہے۔ (۲) دوسری بات یہ کہ اس پر جرح مفر ہو۔ ابو شعیبہ پر جرح مفر صرف شیعہ نے کی ہے، اگر اس نے حکم سے ابن ابی بعلی سے روایت کیا ہے کہ جنگ صفین میں سرحدی شریک تھے۔ شیعہ نے کہا یہ کذب ہے۔ خدائے خدا میں نے حکم سے مذاکرہ کیا تو ہم نے صفین میں خیرہ کے سوا کوئی بدعت نہ پایا۔ امام زہبی فرماتے ہیں سبحان اللہ! وہاں علی حاضر تھے اور عمار شریک تھے۔ (میرزا ص ۱۳) اب اس کی حاشیہ شیعہ یہ ہے کہ ابو شعیبہ نے حکم بن عتبہ کے والد سے شریک صفین میں اہل بدعت تثنیٰ لکھا تھا۔ تو ذہبی کے مطابق یہ غلطی تو خود حکم اور شیعہ سے بھی ہوئی۔ دیکھتے ہیں کہ وہاں اہل بدعت میں سے صرف خیرہ تھے۔ حاکم حضرت علیؑ اور حضرت عمارؓ کا شریک صفین نہ عوام بھی جانتے ہیں۔ اس لئے یہاں اگر کذب سے بھرت مراد لیا جائے تو صرف ابو شعیبہ ہی ضعیف نہ ہوگا شیعہ اور حکم بھی اس سے بڑھ کر ضعیف ہوں گے۔ کیونکہ ان کا بھوت تو دوسرے سورج کی طرح واضح ہے اور یہاں کذب سے خلا مراد لی جائے تو کوئی بھی ضعیف نہ رہے گا۔ اور کتب بھی نظام کا اس قسم کی تھکر میں رائج تھا۔ دو مثالیں عرض ہیں: (۱) بخاری شریف ص ۳۳ پر ہے کہ محمد بن یزید نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہؐ نے کچھ دن قوت ڈالنے پھر کی نماز میں بعد رکوع پڑھی۔ مام کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا تو انہوں نے محل انوکھا کا ذکر کیا۔ میں نے کہا قاضی (محمد بن یزید) تو بعد از رکوع کہتے ہیں۔ فتاویٰ کتب (بخاری) میں کذب کا مضمون بہت کثرت سے محمد بن یزید کی تمام روایات کو مضمون کہتا ہے۔ اس لئے سب صحاح میں



جواب:

حاصل فقہ سے مراد، اوکاڑوی صاحب نے حامل حدیث لیا ہے، جیسا کہ ان کی بریکٹ ”محض محدث“ سے ظاہر ہے، لہذا اثبات ہوا کہ حدیث والا (محدث) ہی فقیہ ہوتا ہے۔

اوکاڑوی صاحب!

فقہاء کی دو قسمیں ہیں: ۱: فقہائے حدیث یعنی محدثین کرام ۲: فقہائے اہل الرائے  
 فقہائے اہل الرائے چونکہ بقول عمر رضی اللہ عنہ اعداء السنن ہیں (اعلام الموقعین وغیرہ) لہذا صحیح  
 فقہاء صرف اور صرف محدثین کرام ہی ہیں، اوکاڑوی صاحب کا آل دیوبند، حسن بن زیاد، لولوی، بشر بن  
 غیاث مرہبی، محمد بن الحسن الشیبانی اور زاهد الکوثری وغیرہم کو فقہاء سمجھنا کذب محض اور ابطل الاباطیل ہے۔  
 جن لوگوں کے نزدیک فقیہ کی نشانی یہ ہو کہ وہ نماز صحیح نہ پڑھے (دیکھئے تقریر الترمذی ص ۱۱، سطر ۱۱ تا ص ۱۲)  
 جن لوگوں کے نزدیک فقیہ وہ ہے جو دوسروں کو دھوکا دے، دیکھئے حسن العزیز (ص ۳۶۳ مرقطو نمبر ۳۲۶)  
 جن لوگوں کے نزدیک فقیہ وہ ہے جو حیلوں کو جائز قرار دے، ان لوگوں کو شرم آنی چاہئے کہ وہ فقہاء حدیث  
 یعنی محدثین کرام کے مقابلے میں اپنے کذاب و دجال، اہل الرائے کے نام نہاد ”فقہاء“ کو پیش کرتے  
 ہیں، ان نام نہاد فقہاء کے بارے میں وہ حدیث صادق آتی ہے کہ: ”فیفسی ناس جہال،  
 يستفتون فيفتون برأيهم فيضلون ويضلون“ پس جاہل لوگ رہ جائیں گے، ان سے لوگ مسئلے  
 پوچھیں گے تو وہ اپنی رائے سے فتوے دیں گے، وہ خود (بھی) گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو (بھی) گمراہ  
 کر دیں گے۔ (صحیح بخاری ج ۷ ص ۷۳۰)

رہے فقہاء محدثین تو یہی اہل حق اور طائفہ منصورہ ہیں، والحمد للہ

یہ روایت بلحاظ سند ثابت نہیں ہے جیسا کہ اللمحات الی ما فی انوار الباری من الظلمات  
 میں مفصل درج ہے۔ محدثین کو پسناری اور اہل الرائے اعداء السنن کو عطار قرار دینا دیوبندی افتراءات و  
 اکاذیب کا بہت بڑا نمونہ ہے، والعیاذ باللہ

ایک محدث بھی مقلد نہیں تھا، ان میں سے کسی محدث نے نہ اپنے آپ کو مقلد کہا اور نہ اپنے استاد کو

مقلد کہا، بلکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فہم علی مذہب اہل الحدیث، لیسوا مقلدین“ الخ

پس وہ (محدثین) اہل حدیث کے مذہب پر ہیں، وہ کسی کے بھی مقلد نہیں ہیں۔ (مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۴۹)

اوکاڑوی صاحب کے مدد و اشرف علی تھانوی صاحب سے پوچھا گیا کہ:

”تقلید کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا: ”تقلید کہتے امتی کا قول ماننا بلا دلیل، عرض کیا: کیا اللہ اور رسول کے قول کو

ماننا بھی تقلید کہلائے گا؟ فرمایا کہ: اللہ اور رسول کا حکم ماننا تقلید نہ کہلائے گا وہ اتباع کہلائے گا۔“

(الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ: ج ۳ ص ۱۵۹ الحفظ: ۲۲۸)

طبقات حنبلیہ، شافعیہ وغیرہ میں کسی راوی کا درج ہونا علیحدہ بات ہے اور مقلد ہونا علیحدہ، طبقات

حنابلہ، شافعیہ، مالکیہ و حنفیہ کے مصنفین وغیرہم نے لوگوں کو اس لئے اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا کہ وہ

مقلدین تھے، بلکہ استادی شاگردی اور اصول میں موافقت کی وجہ سے حنفی، شافعی وغیرہ کہہ دیا ہے۔ بہت

سے حنفی علماء نے اس بات کی صراحت کر رکھی ہے کہ تقلید کرنا ناجائز ہے، مثلاً

۱: طحاوی (لسان المیزان وغیرہ) ۲: زیلعی (نصب الراية وغیرہ) ۳: عینی (البتایہ)

بہت سے علماء بصر احب حنفیہ غیر مقلد تھے مثلاً قاضی ابو یوسف، محمد الشیبانی وغیرہا، بہت سے

علماء جو بذات خود مجتہد اور غیر مقلد تھے مثلاً شافعی، احمد وغیرہا، ان کا تذکرہ انہی طبقات میں موجود ہے، کیا

یہ بھی مقلدین تھے؟

ایک ہی عالم کو کئی طبقات والوں نے اپنے اپنے طبقہ میں ذکر کیا ہے، کیا ایسے علماء بیک وقت حنفی + شافعی +

حنبل یا مالکی تھے؟

بہت سے علماء نے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ:

”وقد نقل أبو بکر القفال و أبو علي و القاضي حسين من الشافعية أنهم قالوا: لسنّا

مقلدین للشافعی بل وافق رأینا رأیہ“

اور ابو بکر القفال، ابو علی، قاضی حسین، جو کہ شافعیوں میں سے تھے، سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: ”

ہم شافعی کے مقلد نہیں ہیں، ہماری رائے اس کی رائے کے موافق ہو گئی ہے۔ (تقریرات الرافعی: ۱۱/۱)

نیز دیکھئے تقریر و التحمیر: ج ۳ ص ۴۵۳، النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر لعبدالحئی لکھنوی: ص ۷)

اوکاڑوی صاحب!

ذرا طبقات مقلدین والی کتاب نکالو جسے کسی مستند وثقہ محدث نے لکھا ہے، تاکہ ہم یہ دیکھ سکیں کہ امت مسلمہ میں کیا ایک بھی ثقہ انسان مقلد ہوا ہے یا؟ آپ کو طبقات المقلدین تو نہ ملے گی، کتاب الرد علی المقلدین مل سکتی ہے دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۳۲۹/۱۳) وغیرہ۔

امام ابن عبدالبر وغیرہ نے مقلد کو علماء کے گروہ سے خارج قرار دیا ہے، دیکھئے اعلام الموقعین (۱۷ وغیرہ) راقم الحروف کا قاری جن محمد دیوبندی مماتی سے تقلید پر مناظرہ ہوا تھا، اس کی ویڈیو کیسٹ ”مدرسہ اشاعت القرآن حضرو، ضلع انک“ سے منگوائیں۔

راقم الحروف نے جن صاحب کے ایک خط کے جواب میں ایک طویل مضمون ”البوارق المرسلۃ علی ظلمات تبصرہ“ لکھا تھا، جس کا وہ بے چارہ تو جواب نہ دے سکا آپ اس سے منگوا کر جواب لکھ دیں۔ اور حوالے چھوڑیے ”ہدایہ کا القرآن“ (۱۳۲/۳) کتاب ادب القاضی حاشیہ نمبر ۶ میں لکھا ہوا ہے کہ:

”یحتمل أن یکون مراده بالجاهل المقلد“

اس کا احتمال ہے کہ صاحب ہدایہ کی جاہل سے مراد مقلد ہو۔

اوکاڑوی صاحب! ”طبقات مقلدین“ نامی کتاب سے اپنے علماء دیوبند کے نام پیش کرو، پھر امام پروہ

فتویٰ لگا دو جو سلطان باہو نے لگایا ہے، کما تقدم: ص 32

❖ کپڑا پہننا کون سے فقہ دیوبند کے ذریعے حرام یا ناپسندیدہ ہے؟

امام ابو حنیفہ کا کون سا پیشہ تھا؟ ذرہ اپنے مفتی عزیز الرحمن دیوبندی کی کتاب ”الامام اعظم ابو حنیفہ“ کا ص ۴۸

کسی استاد سے پڑھ لیں، نیز دیکھئے عام کتب مناقب ابی حنیفہ

الحمد للہ میں روزی کما تا ہوں، اوکاڑوی اینڈ پارٹی کی طرح لوگوں کے ٹکڑوں پر پلانٹیں ہوں، اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر اس پر اکتفا کرتا ہوں۔

❖ ابن حجر رحمہ اللہ کا مقلد ہونا ثابت نہیں، بلکہ تقریب وغیرہ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ غیر

مقلد تھے، دیکھئے ترجمہ ابراہیم بن ابی یحییٰ، تہذیب و تقریب۔

4 یاد رہے کہ متروک اور مجہول راوی کی روایت بھی موضوع ہو سکتی ہے، دیکھئے ”الآثار المفوتہ فی الاخبار الموضوعہ“ ص ۳۳ وغیرہ، لعبدالحئی لکھنوی  
امام ذہبی رحمہ اللہ ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

”أحسبه موضوعاً وعمرو و شیخه متروکان“

میں اسے موضوع سمجھتا ہوں، عمرو (بن الحسین) اور اس کا استاد دونوں متروک ہیں۔

(تلخیص المسند رک: ۱۳۸/۳)

راوی کا متروک ہونا اس کے کذاب ہونے کے منافی نہیں ہے، مثلاً امام دارقطنی فرماتے ہیں:

”إسحاق بن وهب الطهر مسي، من قري مصر، كذاب، متروك، يحدث بالآباطيل  
عن عبدالله بن وهب وغيره“ (الضعفاء والمتر وكون: ص ۱۲۷ تا ۱۰۱)

8 درج بالا تفصیل کی رو سے یہ دعویٰ باطل ہے کہ موضوع صرف بارہویں طبقے کی روایت ہی ہوتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات ضعیف راوی کی روایت بھی موضوع ہوتی ہے، مثلاً ثابت بن موسیٰ الزہدی حدیث: ”من كثرت صلاته بالليل حسن وجهه بالنهار“ وغیرہ۔

9 اس کا جواب انوار مصابیح میں موجود ہے ص ۱۸۲، مگر حیاتی صاحب اُگلے ہوئے نوالے چبار ہے ہیں، محکمہ قضا میں کسی کا عادل ہونا روایت حدیث میں عادل ہونے کے مترادف نہیں ہے۔ عدل فی القضاء تو بعض غیر مسلموں کا بھی مشہور ہے، کیا وہ بھی ثقہ ہیں؟  
دوسرے یہ کہ ترجیح ہمیشہ جمہور محدثین کرام (جو کہ فقہاء اسلام ہیں) کو ہی حاصل ہے، اس بات کا اعتراف کئی دیوبندیوں کو بھی ہے مثلاً دیکھئے احسن الکلام وغیرہ۔

10 شعبہ و حکم تو بالاتفاق ثقہ ہیں، رہا ابو شیبہ تو وہ کذاب، متروک و ضعیف ہے۔

شعبہ و حکم کے درمیان جو مذاکرہ ہوا تھا جس میں حکم صرف خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نام ہی بتا سکے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ علی رضی اللہ عنہ و عمار رضی اللہ عنہ کے علاوہ خزیمہ رضی اللہ عنہ شامل تھے، علی و عمار رضی اللہ عنہما کا شامل ہونا شعبہ و حکم کے علم سے خارج سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ یہ دونوں صحابی مشہور بدری صحابی ہیں اور جنگ کے سربراہوں میں سے ہیں، ان کی شمولیت اوکاڑوی جیسے جاہلوں کو معلوم ہے تو

کیا حکم وشعبہ کو معلوم نہ تھی؟

حکم وشعبہ نے غیر مشہور صحابیوں کی نفی کی ہے جو کہ بدری تھے سوائے خزیمہ رضی اللہ عنہ کے۔ اوکاڑوی صاحب اور آل دیوبند سے درخواست ہے کہ باقی (۶۷) بدری صحابہ کے نام مع حوالہ لکھیں اور صفین میں ان کا شامل ہونا ثابت کریں تاکہ ابوشیبہ کو کذاب کے خانے سے نکال کر متروک کے خانے میں داخل کیا جاسکے!

❖ کذب کا معنی خطا بھی ہے اور جھوٹ بھی لیکن اس کا معنی یہ نہیں کہ ہر کذاب راوی صرف جھٹی ہی ہوتا ہے جھوٹا نہیں ہوتا، قرینے کے ساتھ اس کا معنی خطا کیا جاسکتا ہے مگر ابوشیبہ جیسے رجل مذموم (قابلِ مذمت آدمی) کے بارے میں کوئی قرینہ نہیں لہذا وہ کذاب یعنی جھوٹا ہی رہے گا۔

ابوشیبہ (۶۷) نماز ترمذی

(11)

کذب کا معنی اخطاء کرتے ہیں کہ ان سے چوک ہوگئی۔ (۲) اسی طرح ابوداؤد ترمذی میں ہے کہ وتر کے ایک مسئلہ کے ذکر میں حضرت عبادہؓ نے فرمایا کذب ابو محمد۔ یہ ایک اجتہادی اختلاف ہے۔ میان اگر کذب کا معنی جھوٹ لیا جائے تو حضرت ابو محمدؓ کو جو بدری صحابی ہیں واضح معلومیت نہا جائے گا۔ اس لئے سب نے یہاں اخطاء کا معنی مراد لیا ہے۔ اب آپ کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ علم اگر شرکاء صلیغ کے بارہ میں ان تینوں کے بیان کو جھوٹ قرار دیں تو تینوں کو جھوٹا قرار دیں اور اگر چوک قرار دیں تو تینوں سے درگزر فرمائیں۔ پھر یہ چارچ شیت بھی کوئی واضح نہیں۔ بقول شعبہ ابوشیبہ نے کہا کہ حکم نے ابن ابی علی سے بیان کیا کہ جنگ صلیغ میں وہ بدری شریک تھے۔ اب شعبہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے حکم بن عتیبہ سے پوچھا تھا کہ کیا تو نے ابوشیبہ کو یہ بات کہی تھی۔ اور وہ کہتا کہ بالکل جھوٹ ہے تو پھر اعتراض ہوتا۔ جبکہ شعبہ نے سرے سے حکم سے یہ پوچھا ہی نہیں۔ پھر یہ کہ حکم بن عتیبہ وہ ہیں۔ ایک قاضی حکم بن عتیبہ ایک قتیہ حکم بن عتیبہ۔ تو آپ متعین کریں کہ قاضی ابوشیبہ نے یہ روایت قاضی حکم بن عتیبہ سے کی تھی یا قتیہ حکم بن عتیبہ سے اور یہ بھی ثابت کریں کہ شعبہ نے اسی حکم بن عتیبہ سے مذاکرہ کیا تھا جس سے ابوشیبہ نے یہ روایت لی تھی۔ پھر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ شعبہ ابوشیبہ کا شاگرد ہے اور ابوشیبہ استاد ہے۔ چنانچہ ترمذی میں ہے: دعتہ شعبہ دعوا اکبر منہ کہ ابوشیبہ سے شعبہ بھی روایت کرتے ہیں اگرچہ شعبہ عمر میں اس سے بڑے ہیں۔ اور ترمذی میں ہی لکھا ہے کہ شعبہ صرف ثقہ راویوں سے روایت کرتا ہے۔ تو جرح ہی ختم ہوگئی۔ اب وہ دوسری طبقہ کا راوی ہی نہ رہا۔ یہ بھی بات قابل غور ہے کہ یہی امام شعبہ جب آہستہ آہستہ کی حدیث روایت کرتے ہیں تو غیر مستند۔ قلند بن کثیر کے اس ایک حدیث میں شعبہ نے چار غلطیاں کی ہیں 'سند میں بھی اور متن میں بھی۔ انصاف کو آواز دو : میں رکعت تراویح کی جس حدیث پر اتنی دے ہو رہی ہے اس کی سند یہ ہے: ابوشیبہ عن حکم عن مہم عن ابن عباس۔ بالکل اسی سند سے ابن عباسؓ نے نقل کیا ہے کہ نبیؐ، بابک صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر فاتحہ پڑھی یہ حدیث صادق یا کفونی نے علوۃ

الرسول میں لکھی ہے۔ اور صلوة الرسول پر (۱) مولانا داؤد عزلمی (۲) مولانا ۳۱۰ ص ۳۱۰ اور جلد ۳۱۰ ص ۳۱۰  
 (۳) مولانا عبداللہ ثانی امرتسری (۴) مولانا نور حسین گرجاگئی (۵) مناظر اسلام مولانا رحمہ دین  
 مکھڑوی (۶) مولانا محمد گوتمہ لوی کی تقریظات ہیں جن میں اس کتاب کی تعریف میں زمین آسمان  
 کے قضاے ملائے ہیں۔ اس کے علاوہ روزنامہ ڈان کراچی، روزنامہ انقلاب لاہور، نعت روزہ اتفاق

جواب:

صحیح تشریح تو میں نے بیان کر دی ہے، دیکھئے (۱۰ کا نمبر ۱۰) مگر نہ مانوں کا میرے پاس فی الحال کوئی علاج نہیں ہے، اب میرے سامنے صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ اوکاڑوی صاحب کذاب و متروک ہیں، لہذا جس روایت میں ان کا تفرہ ہو وہ ”موضوع“ ہی ہے۔

پتہ نہیں کہ اوکاڑوی صاحب نے کس سکول میں پڑھا ہے؟ انہیں راوی کے تعین کا علم ہی نہیں ہے، جناب والا!

راوی کا تعین اس کے شیوخ و تلامیذ سے ہوتا ہے اور دیگر قرائن سے بھی، ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی کا استاد الحکم بن عتیہ الکندی ابو محمد ہے۔ دیکھئے تہذیب الکمال (ج ۵ ص ۹۴، ۹۵ وغیرہ) و تہذیب التہذیب وغیرہما، الحکم بن عتیہ بن النحاس العجلی نہیں، العجلی سے تو سرے سے کوئی روایت ہی نہیں جیسا کہ مزی رحمہ اللہ و مستقلانی نے صراحت کر رکھی ہے۔ اوکاڑوی صاحب اس معمولی بات سے بھی جاہل ہیں مگر اپنے آپ کو ایک بڑے ”دیوبندی عالم“ کی حیثیت سے متعارف کرانا چاہتے ہیں۔

اوکاڑوی شعبہ بازی سے جرح کا ختم ہو جانا ممکن ہے، ہاں یہ مؤدبانہ درخواست ہے کہ شعبہ کی وہ روایت کسی حدیث کی کتاب سے پیش کریں جو انہوں نے ابوشیبہ مذکور سے بیان کر رکھی ہے اور یہ بھی ثابت کریں کہ یہ تحدیث اس جرح کے بعد ہے جو کہ شعبہ سے ثابت ہے، اذلیس فلیس

شعبہ کی روایت مذکورہ کو وہم و خطا قرار دینے والے امام بخاری، امام ابوزرعہ، امام دارقطنی، امام بیہقی وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین ہیں، دیکھئے القول التین ص ۲۸ وغیرہ، لہذا اثابت ہوا کہ یہ محدثین کرام اوکاڑوی دیوبندی صاحب کے نزدیک غیر مقلدین تھے، واللہ

لطیفہ: ایک غالی دیوبندی محمد پالن حقانی گجراتی نے ایک کتاب لکھی ہے ”شریعت یا جہالت“ جس پر محمد زکریا تبلیغی، ابوالحسن الندوی اور حبیب الرحمن کی تصدیقات ہیں اس کتاب میں یہ دیوبندی لکھتا ہے: ”بڑی شرم کی بات ہے کہ ہمارے زمانے میں بعض لوگ فساد، بغض، عناد اور فرقہ پرستی کے جھگڑوں میں مبتلا ہو گئے ہیں اپنی پیٹ بھرائی کے لئے دوسروں کو لہابی، وہابی، بدعتی، گمراہ، کافر، غیر مقلد وغیرہ کہتے پھرتے ہیں ایسے لوگ نفس پرست ہوتے ہیں ان کو مذہب کا اور مسلمانوں کی بربادی کا کچھ بھی خیال نہیں ہوتا، اور جہاں پر ان کے وعظ ہوتے ہیں وہاں پر سوائے آگ لگانے کے اور لوگوں کو لڑانے کے علاوہ کچھ بھی نصیحت نہیں ہوتی“ (شریعت یا جہالت: ص ۱۰۸، مطبوعہ مکتبہ خلیل لاہور، ص ۱۰۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، نیز دیکھئے ص ۱۳۴، نسخہ ثانی: ص ۱۱۵)

خلاصہ یہ ہے کہ پالن صاحب، زکریا صاحب، ندوی صاحب وغیرہم کے نزدیک اوکاڑوی صاحب نفس پرست، فساد، بغض، معاند اور فرقہ پرست ہیں۔ اوکاڑوی صاحب کو مذہب اور مسلمانوں کی بربادی کا کچھ بھی خیال نہیں ہے۔

❦ یہ روایت اس وجہ سے موضوع نہیں ہے کہ اس کے بہت سے شواہد ہیں۔ (دیکھئے صلاۃ الرسول ص ۳۶۶ تحقیقی و کتب حدیث، حکیم محمد صادق سیالکوٹی صاحب نے اس روایت سے پہلے صحیح بخاری کی روایت پیش کی ہے، جو کہ بالکل صحیح ہے اور ”انہما سنۃ“ کی وجہ سے مرفوع ہے، البوشیہ کی روایت اس روایت کا شاہد و مؤید ہے، ظاہر ہے کہ اگر ایک روایت بالکل صحیح ہو تو اس کی تائید میں کمزور روایت پیش کرنا حرام و ممنوع نہیں ہے۔ تاہم ہمارے نزدیک یہ روایت ٹوٹیں نہ کرنا اور صحیح بخاری والی روایت سے استدلال کرنا ہی رائج ہے)

(12)

لاہور: ماہنامہ ”جینہ کراچی“ روزنامہ ”احسان لاہور“ روزنامہ ”زمیندار لاہور“ روزنامہ ”نوائے پانستان لاہور“ ماہنامہ ”انوار لاہور“ ہفت روزہ ”الاقتصاد لاہور“ ہفت روزہ ”نوائے ملت حواں“ پندرہ روزہ ”نور توحید کھٹن“ ماہنامہ ”داران کراچی“ روزنامہ ”نوائے وقت لاہور“ ماہنامہ ”ترجمان دہلی“ کے جسیرے بھی ہیں۔ مگر اس کپڑا فروش نے ان میں سے کسی کو شیعہ باز قرار نہیں دیا۔ حالانکہ سند ایک ہونے کے بعد اہم فرقہ یہ ہے کہ میں سچا سچ کو تلفی بالقول حاصل ہے اور فائدہ علی البائزہ کو تلفی بائزہ۔ میرناک امام مالک کا فرمان المدونہ میں ہے۔

جسارت: : مصنف عبدالرزاق خیر القرون میں ایک عظیم کتاب حدیث کی جمع کی گئی۔ یہ عبدالرزاق امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام بخاری کے والد استاد ہیں۔ یہ کتاب گیارہ بڑی بڑی جلدوں میں ہے۔ اس کے سب راوی خیر القرون کے راوی ہیں۔ مگر یہ کپڑا فروش اس ساری کتاب کو ضعیف اور ناقابل اعتماد قرار دے رہا ہے کہ مصنف کا راوی الذہبی ضعیف اور مصنف سے

(۶۸) حالانکہ پیش محمد میں اس کتاب سے استفادہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔

بحر حواشی : غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح باجماعت کو سنت مومکہ کہتے ہیں۔ مگر اس کے نزدیک گیارہ رکعت سنت رسول اللہؐ سنت خلفاء راشدین اور سنت صحابہؓ ہے (ص ۳۳) اور کہیں ۳۰+۸ رکعت ہے۔ ص ۳ پر تو لکھتا ہے کہ تراویح اور وتر ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں اور یہاں ۸ تراویح اور ۳ وتر کو دو الگ الگ نمازیں تسلیم کر رہا ہے اور جب غیر مقلدین کے نزدیک وتر درحقیقت ایک رکعت ہے تو ایک رکعت پڑھنے سے تراویح 'تہجد' وتر سب کچھ ادا ہو گیا۔ یعنی برائے نام دلیلیں اس نے نقل کی ہیں ان سب میں وتر ایک نماز ہے۔ جب کہ اس کے نزدیک یہ الگ نماز نہیں۔ ع

دلائل پر نظر : (۱) پہلی دلیل مسلم ص ۵۵۰ ج ۲ سے نقل کی ہے جس میں دس رکعت تہجد اور ایک وتر کا ذکر ہے۔ (۲) دوسری دلیل بھی مائتہ سے بخاری ص ۲۸۸ کے حوالے سے ذکر کی ہے۔ مولف کے نزدیک ان گیارہ رکعتوں میں بھی ایک وتر ہے۔ تو دس رکعت تہجد کی ہو گئیں۔ (۳) حدیث جابر ص ۱۰ آٹھ رکعت اور وتر کا ذکر ہے جس سے یہ تو معلوم ہوا کہ ایک نماز وتر تھی 'دوسری آٹھ رکعت کو کسی نماز تھی' تہجد یا تراویح اس کی وضاحت نہیں۔ اگر یہ تراویح ہو تو امت کا اتفاق ہے کہ اس پر استقراء نہیں ہوا تو سنت نہ ہوئی۔ (۴) مائتہ ابی بن کعب پر ہی عبارت نقل نہیں کی اور نہ سنت ابراہیم کا ترجمہ کیا ہے۔ پس یہ رسائی سنت بن گئی۔ اس پر بھی نہ

(۶۸)

الاستقرار

استقرار ہوا اور نہ اس کی صحت شق علیہ ہے (۵-۶) دور قادی میں گیارہ۔ یہاں بھی ۱۱ نمازیں ہوئیں۔ ایک ہونے کا دعویٰ بالکل جھوٹ نکلا۔ ان گیارہ میں بھی ایک وتر اور دس تراویح مولف کے نزدیک ہوں گی۔ اور یہ بات شق علیہ است میں ہے کہ اس پر استقرار نہیں ہوا۔ تو سنت نہ ہوئی۔ استقرار میں رکعت پر ہوا تو سنت دی بنی۔ یہاں دلیل نہیں کہ مولف نے لکھا ہے سید علیؒ نے لکھا ہے ہند فی غایت الصلحہ (ص ۲۵۰) مگر اس پر فروغ کو نظر نہیں کرانی چاہئے۔ یہ کلام سنی کا ہے 'سید علیؒ باطل علیہ' پھر سنی نے اس سے پہلے یہ بھی لکھا ہے کہ میں رکعت حمد قادی میں صحیح سند سے ثابت ہیں۔ دونوں کو صحیح ماننے کے بعد آخری فیصلہ میں رکعت تراویح پر حمد قادی میں استقرار ہوا (الادوی ص ۳۵۰ ج ۲) یہ بات ایسی ہے کہ کوئی شخص کے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا غایت صحیح سند سے ثابت ہے اور یہ بھی کہ بیت اللہ کی طرف نماز پڑھنا بھی ثابت ہے۔ پھر کہے کہ استقرار بیت اللہ شریف کی طرف نماز پڑھنے پر ہوا۔ اب کوئی عیسائی یا یہودی صرف اتنا نقل کرے کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا غایت صحیح سند سے ثابت ہے اور نہ یہ بتائے کہ اس نے بیت اللہ کی طرف نماز پڑھنے کو بھی صحیح لکھا ہے اور نہ ہی یہ بتائے کہ استقرار اس نے بیت اللہ شریف کی طرف نماز پڑھنے پر نقل کیا ہے تو حوالہ دینے کا یہ طریقہ کس قدر وصل و فہم پر مبنی ہے۔ ع

جواب .

اس بات کو ہرگز تلقی بالقبول حاصل نہیں ہے کہ میں رکعات تراویح سنت مومکہ ہے، خود آلی دیوبند کے بہت سے اکابر آٹھ کو سنت اور بیس کو مستحب (یعنی نقل وغیرہ) سمجھتے ہیں۔

لطیفہ : درج ذیل لوگوں نے آٹھ رکعات تراویح کا سنت رسول اللہ ﷺ ہونا تسلیم کیا ہے۔



۱: ابن حمام (فتح القدیر والبحر الرائق: ج ۲ ص ۶۶، ۶۷)

۲: ابن نجیم (السابق باقرارہ)

۳: طحاوی (حاشیہ علی الدر المختار: ج ۱ ص ۲۹۵ وقال:

”لأن النبي ﷺ لم يصلها عشرين بل ثمانی“ الخ

کیونکہ بے شک نبی ﷺ نے بیس نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔

تنبیہ:

اس کے بعد طحاوی نے یہ جھوٹ لکھ رکھا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بیس پڑھیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی موافقت کی۔

۴: محمد احسن نانوتوی (حاشیہ کنز الدقائق: ج ۳ ص ۳۶ حاشیہ نمبر ۴)

۵: انور شاہ کشمیری، وغیرہم

❖ امام شافعی و امام احمد، جنازہ میں فاتحہ کے قائل و قائل ہیں۔ (الانصاح عن معانی الصحاح: ج ۱ ص ۶۹ وغیرہ) بلکہ ابن ہبیرہ نے امام مالک و امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کے علاوہ اس پر ”واجمعوا“ یعنی اجماع نقل کیا ہے یعنی جس بات کو جمہور کا تلقی بالقبول حاصل ہے اسے اوکاڑوی صاحب ”تلقی بالرد“ کہہ رہے ہیں، ان اللہ وانا الیہ راجعون

❖ الدبری کا ضعیف (عن عبدالرزاق فیما خالف من هو أوفق منه) ہونا، راقم الحروف۔ اسماء الرجال کی معتبر کتابوں سے ثابت کر دیا ہے، دیکھئے تعداد رکعات قیام رمضان: ص ۶۸، ۶۹ اوکاڑوی صاحب کا اب کام یہ ہے کہ وہ مناظرے، تقاریر اور تلیسبات چھوڑ کر الدبری کا ثقہ ہونا ثابت کریں، وہ اس سلسلے میں اپنے شہداء (یعنی شرکاء) کو بھی ملا سکتے ہیں۔

❖ یہ مراراً (بار بار) ثابت کیا جا چکا ہے کہ وتر، تراویح، تہجد، قیام لیل، قیام رمضان ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں، مثلاً دریائے انک، اباسین، سین، دریائے سندھ ایک ہی دریا کے مختلف نام ہیں، ہو سکتا ہے کہ اوکاڑوی صاحب ان چاروں ناموں کی وجہ سے انہیں چار دریا سمجھتے ہوں۔

❖ حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے متعدد علماء نے آٹھ رکعات تراویح ثابت کی ہے، رمضان میں اگر رسول اللہ ﷺ نے تہجد کی نماز باجماعت پڑھائی تھی تو تراویح کس وقت پڑھی تھی؟  
یہ سچ ہے کہ ملا آن باشد کہ چپ نہ شود، پر عمل کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب نے چپ نہ رہنے کی گویا قسم اٹھا رکھی ہے حالانکہ وہ مقلد ہیں اور مقلد کے لئے سیوطی صاحب کا مشورہ ہے کہ:

”شرط المقلد أن يسكت ..... وإن خاض المقلد في المحاجة فذلك منه فصول“  
یعنی مقلد کے لئے یہ شرط (لازم) ہے کہ وہ چپ رہے..... اور اگر مقلد، بحث مباحثہ میں شامل ہو کر حجت و دلائل بیان کرے تو یہ اس کے لئے فضول ہے۔ (الحاوی: ج ۲ ص ۱۱۶، اتمام العتمۃ فی اختصا ص الاسلام بحذہ الامۃ)

❖ امت کے اتفاق سے یہاں مراد اوکاڑوی صاحب و آل دیوبند و امثالہم کا اتفاق ہے اور بس!  
❖ پوری حدیث کے نقل نہ کرنے کی وجہ صرف اور صرف اختصار ہے، اس کا کوئی حصہ ہمارے خلاف نہیں والحمد للہ

❖ نمازیں دو نہیں ہوتیں بلکہ ایک ہی نماز ہے صرف آپ کو جمع تفریق اور حساب نہیں آتا۔

لطیفہ:

مقلدین حضرات اتنے بڑے جاہل ہوتے ہیں کہ جس کی انتہا نہیں۔  
محمد عبدالقدوس خان قارن دیوبندی حیاتی، مدرس ”نصرۃ العلوم“ گوجرانوالہ نے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے رد میں واویلا کرتے ہوئے ایک کتاب لکھی ہے ”مجذوبانہ واویلا“  
اثری صاحب نے آل دیوبند پر رد کرتے ہوئے بتایا تھا کہ امام ابوحنیفہ کی نماز جنازہ (بقول کتب مناقب) وفات والے دن چھ (۶) مرتبہ پڑھی گئی۔ اور پھر قبر پر بیس دن تک یہ نماز ہوتی رہی۔ (لہذا ثابت ہوا کہ دیوبندیوں کا یہ مذہب بالکل باطل ہے کہ دوبارہ جنازہ پڑھنا غلط ہے)  
اس کا جواب دیتے ہوئے سرفراز خان صفدر کا یہ جاہل بیٹا لکھتا ہے کہ:

”اور دوسری بات کرنے میں تو اثری صاحب نے بے نیکی کی حد ہی کر دی جب وہ ذرا ہوش میں آئیں تو ان سے کوئی پوچھے کہ کیا امام صاحب کے جنازہ میں صرف احناف شریک تھے؟ دیگر مذاہب (مالکی، شافعی اور

خنبل (وغیرہ) کے لوگ شریک نہ تھے، جب وہ لوگ شریک تھے اور ان کے نزدیک قبر پر جنازہ پڑھنا درست ہے اور انہوں نے اپنے مذہب کے مطابق عمل کیا تو اس پر اعتراض کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟“

(مجذوبانہ واویلا: ص ۲۸۹ طبع اول جون ۱۹۹۵ء)

تنبیہ: بریکٹ اور بریکٹ کے اند جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ قارئین کا لکھا ہوا ہی ہے۔

اعتراض یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے (تقریب التہذیب: ص ۱۶، اکمال فی اسماء الرجال: ص ۴۲ وعام کتب رجال) اور امام شافعی رحمہ اللہ (امام ابو حنیفہ کی وفات کے بعد) ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ (تقریب: ص ۲۸۹، اکمال: ص ۴۱ وعام کتب رجال)

قارئین صاحب! ذرا یہ تو بتائیں کہ امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ کے مزعوم مقلدین، جو امام ابو حنیفہ کی وفات کے سالوں بعد پیدا ہوئے، اپنی پیدائش سے پہلے، اپنی ارواح کو مثالی اجسام میں متشکل کر کے کس طرح آگئے تھے؟

سچ یہ ہے کہ قارئین صاحب نے جھوٹ کا بھی ”لک“ توڑ دیا ہے۔

امید تو یہی ہے کہ وہ میری یہ عبارت پڑھ کر بے ہوش ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ جب وہ ہوش میں آئیں تو کوئی ان سے پوچھے کہ اپنی ولادت سے پہلے آکر جنازہ پڑھنے والوں پر امام صاحب کے شاگردوں نے جو انکار کیا تھا وہ تاریخ یا ان کتب مناقب سے ثابت کریں، جن کتب مناقب کو وحی الہی سمجھ کر یہ کوثری گروپ دن رات پروپیگنڈا کرتا رہتا ہے۔

آپ کا از حد ”شکریہ“ تاہم سیاق کلام سے یہی ظاہر ہے کہ سیوطی بھی سبکی کا مؤید ہی ہے، واللہ اعلم سیوطی کی یہ عادت بھی یہی ہے کہ نقول میں اپنی طرف سے تشریحی نوٹ بھی لکھ دیتے ہیں لہذا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ان کا ہی کلام ہو۔

یہ دعویٰ کہ عہد فاروقی میں لوگ، بیس رکعات تراویح سبّت ہو کر نہ سمجھ کر پڑھتے تھے، نہ تو سبکی نے لکھا ہے اور نہ سیوطی نے۔

اسلام کے جو احکام منسوخ ہوئے ہیں وہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہی منسوخ ہوئے ہیں اور ان کے نسخ کی دلیل قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

صرف ”تراویح“ کا ہی مسئلہ ایسا ہے کہ نبی ﷺ تو آٹھ رکعات پڑھتے تھے جیسا کہ حنفی و دیوبندی ”علماء“ کو تسلیم ہے، مگر آپ کی وفات کے بعد نامعلوم لوگوں نے اس سنت کو بقول اوکاڑوی منسوخ کر دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، کیا دیوبندیوں کی عقل کا استعمال یہی مسئلہ ہے؟

لطیفہ:

دیوبندی حضرات مجھے کپڑا فروش کہہ کر مطعون کرتے اور خوب قہقہہ لگاتے ہیں ”مفتی“ اکرام الرحمن نے دیوبندی نے ایک کتاب لکھی ہے ”جماعت المسلمین، قرآن و سنت کی عدالت میں“ یہ کتاب محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی کی پسند فرمودہ ہے اور اس پر تقریظ: محمد امین اوکاڑوی صاحب نے بھی لکھی ہے ص ۱۱، یہ کتاب کراچی کے متعدد کتب خانوں پر دستیاب ہے مثلاً مکتبہ بنوریہ وغیرہ۔ اس کتاب کے ص ۶۱ پر ایک حدیث کے بارے میں مفتی صاحب لکھتے ہیں:

”وقال الأستاذ زبیر بن مجدد علی زنی: وإسناده حسن لشاهده الذی عند أحمد (۲۷۸/۵) وغیرهما“

یعنی استاد زبیر بن مجدد علی زنی نے کہا: یہ سند حسن ہے اس شاہد کی رو سے جو مسند احمد وغیرہ میں ہے۔  
قارئین کرام!

دیوبندیوں نے مجھے استاد بلکہ الاستاد تسلیم کر کے حدیث کے فن میں میرا قول ان لوگوں (نام نہاد جماعت المسلمین) کے خلاف پیش کیا ہے جو کہ میرے سخت مخالف ہیں، سوال یہ ہے کہ جب انہوں نے یہ بات تسلیم کر لی تو پھر مجھے کپڑا فروش اور تقریب سے بھی ناواقف کہہ کر کیوں شور مچا رہے ہیں؟ هل من مجیب؟

مطالعہ : جب آپ کے جوش کوہ حجاز میں آگے یہ ثابت ہو گیا کہ محد فاروقی میں استقراء میں تراویح ہوا تو اس استقراء کے بعد آپ ایک ہی طیفہ راشد، ایک ہی صحابی، ایک ہی نامی کا نام مسند صحیح پیش کریں کہ وہ آٹھ پڑھ کر ہجرت جانا تھا۔ جب آپ یہ ثابت نہ کر سکیں اور صحیح قیامت ثابت نہیں کر سکیں گے تو اس بات کو آپ ”ایماع“ کا نام دیں گے یا کوئی نام دیں گے۔ اور اس استقراء کے بعد تلخ رکعت کو خلاف سنت اور خلاف اجماع مانیں گے یا نہیں؟ ذرا حقیقت سنت اور خارق اجماع کا حکم دلیل شرعی سے بیان فرمائیں!

رواقہ کی بحث : ہمارے ہاں راویوں کی بحث نہ متواترات میں ہے نہ مشورات میں! بلکہ ان اخبار اعداء میں بھی نہیں جس کو ظنی یا ظہول کا شرف نصیب ہو۔ مگر غیر مقلدین کے مذہب میں یقین کا نامزد نہیں۔ ہر برس مسند بکلی رات کے مختلف فیہ چاند کی حیثیت رکھتا ہے جس میں گواہ اور قاضی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کا دل چاہے گواہ پر عدم اجماع کر کے روزہ توڑ دے۔ اس لئے ان کو راویوں کی بحث : خاص چھ ہے۔ اور معیار صرف اور صرف حق پرستی ہے۔ ایک دو مثالیں



ماہنامہ فرمائیں۔ (۱) لکھتے ہیں علی بن احمد شیعہ کے ساتھ مجروح ہے (ص ۲۸) ابن حجر نے لکھا ہے وہ صحیح بخاری اور ابوداؤد کا راوی اور ثقہ اور ثبت ہے اس پر شیعہ کا الزام ہے (تقریب ص ۲۴۴) اور یعقوب بن عبد اللہ شیعہ سے حدیث جاہلی ہے۔ جس سے امام بخاری نے ایک حدیث بھی باطل نہیں کی۔ اور نہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس سے کوئی حدیث لی ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں محدث بہم سچا تھا مگر وہی تھا۔ دیکھو ثقہ ثبت کی حدیث کو رد کرنا اور وہی کی حدیث کو قبول کرنا کیا کیا دیانت ہے۔ پھر شیعہ کی وہ روایت مرود ہوتی ہے جو سنی موقف کے خلاف ہو۔ اور چونکہ استقرار میں تراویح پر ہوا اس کے خلاف آٹھ رکعت سنی موقف کے خلاف شیعہ کی مرود روایت ہے۔ (۲) حفص بن غیاث اور احضی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ دلس ہیں اور من سے روایت کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی احادیث مقبول نہیں۔ حالانکہ یہ دونوں صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں۔ اگر ان کی من والی روایات صحاح ستہ سے نکال دی جائیں تو کہاں خاک اٹلے گئے گی۔ کیا زہیر علی صاحب سے امید ہے کہ وہ ان بیگانوں احادیث کو صحاح ستہ سے نکال دیں۔ ہمیں انتظار رہے گا مگر وہ یہ کام نہیں کریں گے۔ اور ابن حبان، ابن خزیمہ اور فتح الباری میں جو روایات ہوں جن کی سند میں ان کا حصہ ہو نکال دیں۔ ہم وہاں کی ملت دیتے ہیں۔ وہ ان تمام احادیث کو مجروح اور موضوع کہہ کر موضوعات پر ایک نئی کتاب تیار کریں۔

○ آخر میں اہل سنت ہمارے سے انہی کے کہ وہ اس بات پر مضبوط رہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے درمیان امت ہی واسطہ ہے۔ دین کا جو حصہ باجماع امت ہمیں ملا وہ حجت قاطعہ ہے۔ اس میں کسی نئی تحقیق کی محفائش نہیں اور جو حصہ احمد مجتہد میں مختلف ہے وہ اختلاف قرات کی طرح رحمت واسعہ ہے۔ جس ملک میں جو قرات تلاوت متواتر ہوگی سب اسی پر عمل کریں گے۔ اسی طرح جس ملک میں مذاہب اربعہ میں سے جو مذہب متواتر ہوگا اسی پر عمل کریں گے۔ اس سے امت میں اتفاق بھی باقی رہتا ہے اور ملت پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ اور صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (تحفہ شہداء ناقص)

**خیر البیان**  
ماہنامہ خیر البیان کی سالانہ جلسہ کی سبکدوشی کا روزی ائمہ و فضیلین کا خطاب  
دعوت، اس کے علاوہ علماء کے دلربائی کی تعداد نہ صرف اہل سنت و جماعت اور  
قزاق حضرات کی کہیں رعایت قیمت پر آج ہی طلب فرمائی جاسکے۔  
پیشہ، خیر البیان کیسٹ باؤس۔ نقاب حاضریہ لکھنؤ اور راز گرب۔ دہلی

جواب:

❖ ص 34 پر امام قرطبی رحمہ اللہ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ کثیر اہل العلم (بہت سے علماء) آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں، کیا صحابہ تابعین ”اہل العلم“ کے زمرہ سے، اوکاڑوی صاحب کے نزدیک خارج ہیں؟ ابی بن کعب، تمیم داری، رضی اللہ عنہما لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھاتے تھے، السائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی گیارہ رکعات پڑھتے تھے جیسا کہ ”تعداد رکعات قیام رمضان“ میں باحوالہ لکھ دیا گیا ہے کیا یہ صحابہ کرام علماء نہیں ہیں؟

کیا کسی ایک تابعی سے بھی یہ ثابت ہے کہ وہ بیس رکعات تراویح کو سنت مؤکدہ کہتا ہو یا سنت مؤکدہ کہہ کر پڑھتا ہو؟

❖ الحمد للہ مذہب اہل الحدیث سے مراد دین اسلام ہی ہے، ہمارا دین و مذہب، یقین و ایمان پر ہی قائم ہے، میں اور میرے تمام ساتھی علی الاعلان اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مذہب اہل الحدیث ہی حق ہے، اس کے علاوہ باقی تمام مذاہب باطل ہیں چاہے وہ دیوبندیوں کا مذہب ہو یا شیعوں خارجیوں کا، والحمد للہ۔ ہمیں تو اپنے دین و مذہب کے مکمل سچا ہونے کا پورا پورا یقین ہے مگر آپ لوگ یعنی آل دیوبند یہ سمجھتے ہیں کہ دیوبندیوں کا مذہب درست ہے مگر اس میں خطا کا احتمال ہے، دیکھئے وحدت امت ص ۱۶، مصنف: مفتی محمد شفیع دیوبندی، ناشر دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

❖ اصول حدیث کا ایک اتفاقی مسئلہ ہے کہ ثقہ کی روایت اگر اوثق کے خلاف ہو تو شاذ ہو کر مردود ہو جاتی ہے۔ (عام کتب اصول حدیث)

اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ اگر ایک روایت میں راوی مختلف فیہ ہو، کسی نے جرح اور کسی نے توثیق کی ہو، اس کی روایت اُس راوی کے مخالف ہو جو کہ بالاتفاق ثقہ ہے تو مختلف فیہ راوی کی روایت شاذ ہو کر مردود ہو جائے گی۔

اس اصول کی رو سے میں نے دیوبندیوں کو یہ سمجھایا کہ علی بن الجعد تو مختلف فیہ اور مجروح ہے (تعداد رکعات: ص ۲۸) لہذا مؤطا کی بالاتفاق صحیح الحدیث وثقہ راویوں والی سند کے مقابلے میں مردود ہے۔ میں نے لکھا تھا: ”ایسے مختلف فیہ راوی کی روایت مؤطا امام مالک کی صحیح روایت کے خلاف کیوں کر پیش کی جاسکتی ہے؟“ (ایضاً ص ۲۸)

علی بن الجعد مختلف فیہ راوی ہے، جمہور نے اس کی توثیق کی ہے، مگر یہ بھی مروی ہے کہ وہ عبد اللہ بن عمر، معاویہ بلکہ عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین پر سخت تنقید کرتا تھا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس کا یہ عقیدہ تھا کہ انہوں نے - معاذ اللہ - بیت المال سے ایک لاکھ درہم ناحق لے لئے تھے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ تکفیر کا قائل تھا، وہ کہتا تھا کہ مجھے یہ برا نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ معاویہ کو عذاب دے دیکھئے تہذیب التہذیب: ج ۷ ص ۲۵۷ وغیرہ

علی بن الجعد اور صحیح بخاری:

میرے علم کے مطابق اس کی صحیح بخاری میں فقط چودہ (۱۴) احادیث ہیں۔

۱: ج ۱ ص ۱۳ ح ۵۳ تابعہ غندر، عندہ

۲: ج ۱ ص ۲۱ ح ۱۰۶ تابعہ غندر عند مسلم ج ۱ ص ۷ ح ۱

۳: ج ۱ ص ۱۵۷ ح ۱۱۷۹ تابعہ آدم عندہ

۴: ج ۱ ص ۱۸۷ ح ۱۳۹۳ تابعہ آدم عندہ، وهذا في المتابعات

۵: ج ۱ ص ۱۹۱ ح ۱۴۲۴ تابعہ آدم بن أبي اياس عندہ

۶: ج ۱ ص ۴۱۱ ح ۲۹۳۸ تابعہ آدم عندہ

۷: ج ۱ ص ۵۰۳ ح ۳۵۶۳ تابعہ غندر عند أحمد (۴۷۹/۲) والحديث

في صحيح مسلم: ج ۲ ص ۱۸۷ ح ۲۰۶۴

۸: ج ۱ ص ۵۲۶ ح ۳۷۰۷ تابعہ حماد بن زيد عن أيوب به عند ابن

المنذر، فتح الباری: ج ۷ ص ۷۳

۹: ج ۲ ص ۸۰۵ ح ۵۳۴۸ تابعہ مسلم بن إبراهيم عندہ

۱۰: ج ۲ ص ۸۶۷ ح ۵۸۳۴ تابعہ عبيد بن سعيد عند مسلم: ج ۲ ص ۱۹۱

ح ۲۰۶۹ وعندہ ”عبیدة“ خطاً

۱۱: ج ۲ ص ۹۰۳ ح ۶۱۱۹ تابعہ يحيى القطان عندہ

۱۲: ج ۲ ص ۹۲۳ ح ۶۲۴۷ تابعہ غندر عند مسلم: ج ۲ ص ۲۱۴ ح ۲۱۶۸

۱۳: ج ۲ ص ۹۶۴ ح ۶۵۱۶ تابعہ آدم عندہ

۱۴: ج ۲ ص ۱۰۷۹ ح ۷۲۶۶ تابعہ النضر بن شميل وغيره، یہ وہی حدیث ہے جو

(اوپر) نمبر ۱۱ میں گزر چکی ہے۔

صحیح بخاری: ج ۲ ص ۱۰۱۴ ح ۶۸۶۲ میں علی غیر منسوب ہے، اسکی متابعت بھی محمد بن عبد اللہ

بن عبد الاعلیٰ الاسدی نے کر رکھی ہے۔ (شرح السنۃ للبغوی: ج ۱ ص ۱۴۹ ح ۲۵۱۹)

مختصر یہ کہ صحیح بخاری میں، علی بن الجعد کی تمام روایات متابعات میں ہیں، اگرچہ وہ ثقہ و صدوق ہے لیکن سخت بدعتی بھی ہے، ایسے راوی کی روایت اگر بالاتفاق ثقہ راویوں کے خلاف ہو تو مردود ہوتی ہے، یہ بات دیانت و امانت اور صحیح علم کے خلاف ہے کہ بالاتفاق ثقہ راویوں کی محفوظ روایت کو مجروح راوی کی وجہ سے رد کر دیا جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

❖ اوپر والی تفصیل سے معلوم ہوا کہ ”امین“ صاحب امانت و دیانت سے کوسوں دور ہیں۔

❖ اصول حدیث کی رو سے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے، اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے اوکاڑوی صاحب نے سفیان الثوری، مدلس کی عن والی روایت پر جرح کی ہے۔ دیکھئے مجموعہ رسائل: ج ۳ ص ۳۳۱ حوالہ نمبر: ۸۷ وغیرہ مقلدین کی غیر مستند نماز ص ۲۳

رہا یہ مسئلہ کہ صحیحین میں بھی مدلس کی عن والی روایتیں موجود ہیں تو اس کا جواب اوکاڑوی صاحب کے محمود سرفراز خان صفدر صاحب دیوبندی حیاتی سے سن لیں:

”مدلس راوی عن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں الا یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اس کا کوئی ثقہ متابع ہو مگر یاد رہے کہ صحیحین میں مدلس مضرب نہیں۔ وہ دوسرے طرق سے سماع پر محمول ہے“

(مقدمہ نووی ص ۱۸، فتح المغیث: ص ۷۷ و تذریب الراوی: ص ۹۱۴۳، خزائن السنن: ۱/۱)

یہاں پر بطور عبرت عرض ہے کہ اوکاڑوی صاحب نے خود صحیحین کے راویوں پر جرح کر رکھی ہے، مثلاً دیکھئے مجموعہ رسائل (۲۰۵/۱) تحقیق مسئلہ رفع الیدین (ص: ۲۹) ابوقلابہ وغیرہ۔

دوسروں کو نصیحت اور خود میاں نصیحت!

صحیحین پر خاک اڑانے والوں کے منہ میں خاک پڑے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ

❖ اوکاڑوی صاحب کی جہالت اتنی شدید ہے کہ وہ قراءات متواترہ اور اجتہادی و تقلیدی مذاہب میں کوئی فرق نہیں سمجھتے حالانکہ قراءات متواترہ پر صحیح احادیث کے دلائل ہیں مثلاً

”إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف“ فافروا ما تيسر منه“

(صحیح البخاری: ج ۳۹۹ ص ۴۹۹ صحیح مسلم: ج ۸/۱)

جبکہ ان مذاہب اربعہ پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ یہ چوتھی صدی کی بدعت ہیں جیسا کہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ



نے صراحت کی ہے۔ (دیکھئے اعلام الموقعین: ج ۲ ص ۲۰۸، سطر نمبر ۷، مطبوعہ: دار الجلیل بیروت لبنان)  
 قراءات متواترہ، قاریوں کی روایت ہے جو انہوں نے اپنے شیوخ سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک بیان کی ہے  
 جبکہ مذاہب اربعہ کا تمام اجتہادی حصہ، اماموں، امتیوں اور مولویوں کی رائے ہے، اوکاڑوی صاحب  
 رائے اور روایت میں فرق نہیں کر سکتے۔

امام ابو عبد اللہ الحسین بن الحسن کلینی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

”وواحد من هذين ..... أعني المقلد و المرتاب - ليس بمسلم، أما المقلد فلأنه أراد  
 بدینه موافقہ قوم“ الخ

اور ان دونوں میں۔ یعنی مقلد اور مرتاب (دین میں شک کرنے والا) ایک بھی مسلم نہیں ہے، مقلد اس لئے  
 نہیں کہ اس نے اپنے دین سے (صرف) لوگوں کی موافقت کا ارادہ کیا ہے۔

(المنهاج فی شعب الایمان: ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ: دار الفکر)

اور آگے لکھا ہے کہ:

”أما المؤمن غیر المقلد فرجلان“ الخ اور غیر مقلد مؤمن دو قسم کے آدمی ہیں (ص ۱۳۶)  
 معلوم ہوا کہ امام حلی (جو کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے استاد ہیں) کے نزدیک مؤمن: غیر مقلد ہوتا ہے اور مقلد  
 غیر مسلم ہوتا ہے!  
 اوکاڑوی صاحب!

بتائیے آپ کا امام حلی رحمہ اللہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

امین صفدر اوکاڑوی دیوبندی حیاتی صاحب کے مضمون پر تبصرہ ختم ہوا اب ان کی خدمت میں موضوع اور  
 اس مضمون کے مطابق چند سوالات پیش کئے جاتے ہیں۔



## اوکاڑوی صاحب جواب دیں:

آپ نے مجموعہ رسائل میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ (مجسم شرمو حیا) کی نظر مبارک، حالت نماز میں، معاذ اللہ گدھی اور کتیا کی شرمگاہ پر پڑتی رہی دیکھئے ص 17۔ اس کا حوالہ صحیح حدیث سے صراحتہ پیش کریں۔

آپ نے نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث ”لا جمعة إلا بخطبة“ منسوب کی ہے (دیکھئے ص 18) اس کا حوالہ صحیح حدیث سے پیش کریں۔

آپ نے آئین کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے کہ عطاء بن ابی رباح کی دو سو صحابہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے اور قرأت فی الجنازہ کے مسئلہ میں لکھا ہے کہ عطاء کو دو سو صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ دیکھئے ص 20، اس صریح تناقض کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟

انور شاہ کا شمیری دیوبندی تقلیدی صاحب کا دعویٰ ہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔ (دیکھئے ص 27، 44) انور شاہ صاحب اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں یا جھوٹے؟

امام سیوطی نے مقلدین حضرات مثلاً فرقہ دیوبندیہ کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ص 28) امام سیوطی صاحب اس فیصلہ میں سچے ہیں یا جھوٹے؟ یہ خیال رہے کہ وہ تہیض الصحیفہ (فی مناقب ابی حنیفہ) کے مصنف ہیں!

لکھنوی اور کوثری نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے، (دیکھئے ص 29) لکھنوی اور کوثری اس نقل میں جھوٹے ہیں یا سچے؟

کیا امام ابو حنیفہ نے اپنے تقلید کرنے کا بھی صریح حکم کہیں دیا ہے؟

طحاوی اور تھانوی نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ غیر مقلد تھے، (دیکھئے ص 29) طحاوی اور تھانوی سچے ہیں یا جھوٹے؟

آپ کے علماء دیوبند، نبی کریم ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کہتے ہیں۔ (دیکھئے ص 29) کیا یہ عقیدہ امام ابو حنیفہ سے بھی صراحتہ ثابت ہے؟

سلطان باہونے، آپ جیسے ”اہل تقلید“ کو جاہل اور حیوان سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ص 32)

۱۰

سلطان باہو اپنے اس فتویٰ میں حق بجانب ہیں یا باطل؟

بانی مدرسدیوبند، جناب نانوتوی صاحب نے اپنے جھوٹا ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ (دیکھئے ص 50)

۱۱

نانوتوی صاحب اس اعتراف میں سچے ہیں یا جھوٹے؟

دیوبندی اکابر نے خضر علیہ السلام کو ان کے مرنے کے صدیوں بعد، انگریزوں کی فوج میں

۱۲

دیکھا۔ (دیکھئے ص 38) یہ بتائیں کہ خضر علیہ السلام اپنے مرنے کے بعد، دوبارہ زندہ ہو کر

انگریزوں کی حمایت میں کیوں آگئے تھے؟

ابن حمام نے آٹھ رکعات کو سنت اور باقی کو مستحب لکھا ہے۔ (دیکھئے ص 39)

۱۳

ابن حمام کا یہ فتویٰ صحیح ہے یا غلط؟

کیا آپ، زیدی شیعوں کی مسند زید کا امام زید بن علی سے صحیح ہونا ثابت کر سکتے ہیں؟ اگر کر

۱۴

سکتے ہیں تو عمرو بن خالد الواسطی کا تعارف بھی اسماء الرجال سے کرائیں۔

تھانوی صاحب کی تحقیق میں امتی کا قول بلا دلیل ماننا تقلید ہے، قرآن وحدیث کو ماننا تقلید

۱۵

نہیں بلکہ اتباع ہے۔ (دیکھئے ص 53) تھانوی صاحب اپنی اس تحقیق میں حق پر ہیں یا باطل پر؟

بہت سے علماء نے کہا کہ ”لسنا مقلدین“ ہم مقلد نہیں ہیں۔ (دیکھئے ص 53) کیا کسی

۱۶

ایک مستند عالم نے بھی یہ کہا ہے ”انما مقلد“؟ اپنی آل و دیوبند کا حوالہ نہ دیں بلکہ

عندالفریقین مستند علماء میں سے کسی کا حوالہ پیش کریں، مثلاً صحابہ، تابعین، محدثین وغیرہم۔

ہدایہ کے حاشیہ میں جاہل سے مراد مقلد لیا گیا ہے۔ (دیکھئے ص 54) یہ مفہوم صحیح ہے یا غلط؟

۱۷

ان ۱۶ اصحاب کرام کے نام باحوالہ لکھیں جو غزوہ بدر میں بھی شامل تھے اور جنگ صفین میں بھی؟

۱۸

پالن پوری نے آپ جیسے لوگوں پر نفس پرست، پیٹ بھرنے والا وغیرہ فتویٰ لگایا ہے۔ (دیکھئے

۱۹

ص 58) یہ فتویٰ صحیح ہے یا غلط؟

طحاوی وغیرہ کا یہ دعویٰ ہے کہ نبی ﷺ نے بیس تراویح نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔

۲۰

(دیکھئے ص 60) طحاوی وغیرہ اس دعویٰ میں سچے ہیں یا جھوٹے؟

سیوطی صاحب، آپ جیسے مقلد کے لئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ چپ رہے بحث و مباحثہ میں مقلد کا دلائل بیان کرنا فضول ہے۔ (دیکھئے ص 61) سیوطی صاحب نے یہ شرط کون سی دلیل کی وجہ سے لگائی ہے؟

آپ لوگوں نے راقم الحروف کو ”الاستاذ“ لکھا ہے۔ (دیکھئے ص 63) یہ ”الاستاذ“ کس دلیل سے لکھا ہے؟

کیا کپڑا فروش ہونا اور حلال روزی کمانا جرم و حرام ہے؟

کیا یہ ممکن ہے کہ آپ میری کتاب ”تعداد رکعات قیام رمضان“ اور اس مضمون دونوں کو متن میں رکھ کر میری طرح تمام اعتراضات و دلائل کو جواب دیں؟ اگر ممکن ہے تو آپ جواب کیوں نہیں دیتے۔ خاموش کیوں ہو گئے ہیں؟

جناب بھائی عمران صاحب!

آپ کے مطالبہ کے مطابق، اوکاڑوی حیاتی صاحب کے مضمون کا مکمل جواب دیا ہے، اب آپ کوشش کریں کہ اوکاڑوی صاحب میرے اس مضمون اور کتاب کا مکمل جواب دیں، اگر وہ انہیں متن میں رکھ کر مکمل جواب نہیں دیں گے تو ان کے جواب کو باطل و کا لعدم سمجھا جائے گا۔

تنبیہ: اوکاڑوی صاحب تو اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے ہیں۔ لہذا اب اس کتاب (اوکاڑوی کا تعاقب) کا جواب تمام شاگردان اوکاڑوی، اور آل دیوبند پر قرض ہے۔ هل من معجب؟

وما علینا الا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی (۲۰۰۰-۱۰-۱۱)

# نور المصابيح

في مسألة

التراويح



تصنيف: حافظ زبير علي زئي

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## نور المصابیح فی مسئلة التراویح

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبی بعده اما بعد :

مسئلہ: ہمارے امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کے بعد صبح کی نماز تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

**دلیل نمبر ۱:**

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

”كان رسول الله ﷺ يصلي فيما بين أن يفرغ من صلاة العشاء وهي التي يدعو الناس

العتمة إلى الفجر إحدى عشرة ركعة يسلم بين كل ركعتين ويوتر بواحدة“ الخ

رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور اسی نماز کو لوگ

عتمة بھی کہتے تھے۔ آپ ہر دو رکعات پر سلام پھیرتے تھے اور ایک وتر پڑھتے تھے۔ الخ

(صحیح مسلم: ۲۵۴۱/۲۵۶۷)

**دلیل نمبر ۲:**

ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ

ﷺ کی رمضان میں (رات کی) نماز (تراویح) کیسی ہوتی تھی؟ تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة الخ“

رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، الخ

(صحیح بخاری: ۲۶۹۱/۲۰۱۳، عمدة القاری: ۱۲۸/۱۱، کتاب الصوم، کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان)

ایک اعتراض:

اس حدیث کا تعلق تہجد کے ساتھ ہے؟

جواب: تہجد، تراویح، قیام اللیل، قیام رمضان، وتر ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔

دلیل: ۱: نبی ﷺ سے تہجد اور تراویح کا علیحدہ علیحدہ پڑھنا قطعاً ثابت نہیں ہے۔

دلیل: ۲: ائمہ محدثین نے صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر قیام رمضان اور تراویح کے ابواب باندھے ہیں، مثلاً

صحیح بخاری، کتاب الصوم (روزے کی کتاب) کتاب صلوۃ التراویح (تراویح کی کتاب) باب فضل من قام رمضان (فضیلت قیام رمضان)

موطأ محمد بن الحسن الشیبانی: ص ۱۴۱، باب قیام شہر رمضان وما فیہ من الفضل۔

مولوی عبدالحی لکھنوی نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ:

”قوله، قیام شہر رمضان ویسمى التراویح“ یعنی: قیام رمضان اور تراویح ایک ہی چیز ہے۔

۳: السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۴۹۵، ۴۹۶) باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان

دلیل: ۳: متقدمین میں سے کسی محدث یا فقیہ نے نہیں کہا کہ اس حدیث کا تعلق نماز تراویح کے ساتھ نہیں ہے۔

دلیل: ۴: اس حدیث کو متعدد اماموں نے بیس رکعات والی موضوع و منکر حدیث کے مقابلہ میں بطور معارضہ پیش کیا ہے۔ مثلاً

۱: علامہ زیلعی حنفی (نصب الراية: ۲/۱۵۳)

۲: حافظ ابن حجر عسقلانی (الدراية: ۱/۲۰۳)

۳: علامہ ابن ہمام حنفی (فتح القدیر: ۱/۴۶۷، طبع دار الفکر)

۴: علامہ عینی حنفی (عمدة القاری: ۱۱/۱۲۸)

۵: علامہ سیوطی (الحاوی للفتاوی: ۱/۳۳۸) وغیرہم

دلیل: ۵: سائل کا سوال صرف قیام رمضان سے تھا جس کو تراویح کہتے ہیں، تہجد کی نماز کے بارے میں

سائل نے سوال ہی نہیں کیا تھا۔ بلکہ امام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں سوال سے زائد

نبی ﷺ کے قیام رمضان وغیر رمضان کی تشریح فرمادی۔ لہذا اس حدیث سے گیارہ رکعات تراویح کا

ثبوت صریحاً ہے۔ (ملخصاً من خاتمة اختلاف: ص ۶۴ باختلاف لیسیر)

دلیل: ۶: بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ دو نمازیں ہیں، ان کے اصول پر نبی ﷺ نے ۲۳ رکعات تراویح (۳+۲۰) پڑھیں جیسا کہ ان لوگوں کا عمل ہے اور اسی رات کو گیارہ رکعات تہجد (۳+۸) پڑھی۔ (جیسا کہ ان کے نزدیک صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے)

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ اس طرح تو یہ لازم آتا ہے کہ ایک رات میں آپ نے دو دفعہ وتر پڑھے، حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”لا وتران فی لیلة“

ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔ (ترمذی: ۱۰۷۱/۱، ابوداؤد: ۱۴۳۹، نسائی: ۱۶۷۸، صحیح ابن خزمیہ: ۱۱۰۱، صحیح ابن حبان: ۱۶۷۱ اسنادہ صحیح)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: ”هذا حدیث حسن غریب“  
یادر ہے کہ اس حدیث کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل میں تضاد نہیں ہو سکتا لہذا یہ ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ نے رات میں صرف ایک وتر پڑھا ہے، آپ ﷺ سے صرف گیارہ (۱۱) رکعات (۳+۸) ثابت ہیں، ۲۳ ثابت نہیں ہیں (۳+۲۰) لہذا تہجد اور تراویح میں فرق کرنا باطل ہے۔

دلیل: ۷: مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، دیکھئے فیض الباری (۲/۴۲۰) العرف الشذی (۱/۱۶۶) یہ مخالفین کے گھر کی گواہی ہے۔ اس کشمیری قول کا جواب ابھی تک کسی طرف سے نہیں آیا۔  
۔ گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

دلیل: ۸: سیدنا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تہجد اور تراویح دونوں کو ایک ہی سمجھتے تھے، تفصیل کے لئے دیکھئے فیض الباری (۲/۴۲۰)

دلیل: ۹: متعدد علماء نے اس شخص کو تہجد پڑھنے سے منع کیا ہے جس نے نماز تراویح پڑھ لی ہو۔

(قیام اللیل للمروزی: بحوالہ فیض الباری: ۲/۴۲۰)

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان علماء کے نزدیک تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے۔

دلیل: ۱۰: سیدنا جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایت: ”صلی بنا رسول اللہ ﷺ فی



رمضان ثمان رکعات والوتر إلخ “ بھی اس کی مؤید ہے جیسا کہ آگے بالتفصیل آ رہا ہے، لہذا اس حدیث کا تعلق تراویح کے ساتھ یقیناً ہے۔ و تلک عشرة کامله

دلیل نمبر ۳:

سیدنا جابر الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے إلخ۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۲/۱۳۸ ح: ۱۰۷۰، صحیح ابن حبان (الاحسان) ۴/۶۲، ۶۳ ح: ۲۴۰۱، ۲۴۰۶)

ایک اعتراض:

اس کی سند میں محمد بن حمید الرازی کذاب ہے۔ (مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۱۹۷)

جواب: اس حدیث کو یعقوب بن عبد اللہ القمی سے محمد بن حمید کے علاوہ اور بھی بہت سے راویوں نے بیان کیا ہے، مثلاً

۱: جعفر بن حمید الکوفی: (الکامل لابن عدی: ۵/۱۸۸۹، المعجم الصغير للطبرانی: ۱/۱۹۰)

۲: ابوالریح (الزہری/مسند ابی یعلیٰ الموصلی ۳/۳۳۶، ۳۳۷ ح: ۳۳۷، صحیح ابن حبان ح: ۲۴۰۱، ۲۴۰۶)

۳: عبد الاعلیٰ بن حماد (مسند ابی یعلیٰ: ۳/۳۳۶، ۳۳۷ ح: ۱۸۰۱، الکامل لابن عدی: ۵/۱۸۸۸)

۴: مالک بن اسماعیل (صحیح ابن خزیمہ: ۲/۱۳۸ ح: ۱۰۷۰)

۵: عبید اللہ یعنی ابن موسیٰ (صحیح ابن خزیمہ: ۲/۱۳۸ ح: ۱۰۷۰)

یہ سارے راوی ثقہ و صدوق ہیں، لہذا محمد بن حمید پر اعتراض غلط اور مردود ہے۔

دوسرا اعتراض:

اس کی سند میں یعقوب القمی ضعیف ہے، اس کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا: ”لیس بالقوی“

جواب: یعقوب القمی ثقہ ہے، اسے جمہور علماء نے ثقہ قرار دیا ہے۔

۱: نسائی نے کہا: لیس بہ بأس

۲: ابوالقاسم الطبرانی نے کہا: ثقہ

۳: ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا (اور اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

۴: جریر بن عبد الحمید اسے ”مومن آل فرعون“ کہتے تھے۔

۵: ابن مہدی نے اس سے روایت بیان کی۔ (تہذیب التہذیب: ۱۱/۳۴۳، ۳۴۴)

اور ابن مہدی صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ (تدریب الراوی: ۱/۳۱۷ وغیرہ)

۶: حافظ ذہبی نے کہا: صدوق (الکاشف: ۳/۲۵۵)

۷: ابن خزیمہ نے اس کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

۸: نور الدین البیہقی نے اس کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

۹: امام بخاری نے تعلیقات میں اس سے روایت لی ہے اور اپنی ”التاریخ الکبیر“ (۸/۳۹۱ ح: ۳۴۳۳)

میں اس پر طعن نہیں کیا، لہذا وہ ان کے نزدیک بقول تھانوی ثقہ ہے۔ دیکھئے قواعد

فی علوم الحدیث (ص ۱۳۶، ظفر احمد تھانوی)

۱۰: حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۳/۱۲۳ تحت ح: ۱۱۲۹) میں اس کی منفرد حدیث پر سکوت کیا

ہے اور یہ سکوت (دیوبندیوں کے نزدیک) اس کی تحسین حدیث کی دلیل ہے۔

(قواعد فی علوم الحدیث ص ۵۵ وغیرہم) و تک عشرۃ کاملہ

تیسرا اعتراض:

اس روایت کی سند میں عیسیٰ بن جاریہ ضعیف ہے، اس پر ابن معین، الساجی، العقیلی، ابن عدی

اور ابوداؤد نے جرح کی ہے، بعض نے منکر الحدیث بھی لکھا ہے۔

جواب: عیسیٰ بن جاریہ جمہور علماء کے نزدیک ثقہ، صدوق یا حسن الحدیث ہیں۔

۱: ابوزرعہ نے کہا: لا باس بہ

۲: ابن حبان نے الثقات میں ذکر کیا ہے۔

۳: ابن خزیمہ نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۴: البیہقی نے اس کی حدیث کی تصحیح کی۔ (مجمع الزوائد: ۲/۷۲)

اور اسے ثقہ کہا (مجمع الزوائد: ۲/۱۸۵)

۵: البوصیری نے زوائد سنن ابن ماجہ میں اس کی حدیث کی تحسین کی ہے۔

(دیکھئے حدیث: ۲۲۴۱)

۶: الذہبی نے اس کی منفرد حدیث کے بارے میں ”اسنادہ وسط“ کہا۔

۷: بخاری نے التاريخ الكبير (۳۸۵/۶) میں اسے ذکر کیا ہے اور اس پر طعن نہیں کیا۔

۸: حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی حدیث پر سکوت کیا۔ (۷/۳ تحت ج: ۱۱۲۹)

۹: حافظ منذری نے اس کی ایک حدیث کو ”بساند جید“ کہا۔ (الترغیب والترہیب: ۱/۵۰۷)

۱۰: ابوحاتم الرازی نے اسے ذکر کیا اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔

(دیکھئے الجرح والتعديل: ۶/۲۷۳)

ابوحاتم کاسکوت (دیوبندیوں کے نزدیک) راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ (قواعد فی علوم الحدیث: ص ۲۲۷)  
تلك عشرة كاملة، لہذا یہ سند حسن ہے۔

دلیل نمبر ۴

جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

میں نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے رمضان میں اور نبی ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے کچھ (رد) بھی نہیں فرمایا:

”فكانت سنة الرضا“ پس یہ رضامندی والی سنت بن گئی۔ (مسند ابی یعلیٰ: ۳/۲۳۶، ج ۱۸۰۱)

علامہ بیہقی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا:

”رواه أبو يعلى والطبراني بنحوه في الأوسط وإسناده حسن“

اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا اور اسی طرح طبرانی نے اوسط میں روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

(مجمع الزوائد: ۲/۷۴)

اس حدیث کی سند وہی ہے جو کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ہے، دیکھئے ص: ۵، جناب مولوی سرفراز

صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

”اپنے وقت میں اگر علامہ بیہقی کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں، تو اور کس کو تھی؟“

(احسن الکلام: ۲۳۳/۱، توضیح الکلام: ۱/۲۷۹)

سیدنا امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں رات کے وقت) گیارہ رکعات پڑھائیں۔ (موطا امام مالک: ۱۱۴/۱: ج ۲۳۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۴: ۲/۳۹۶) یہ حدیث بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً

۱: شرح معانی الآثار: ۱/۲۹۳ ولاحجہ

۲: المختارہ للمحافظ ضیاء المقدسی (بحوالہ کنز العمال: ۸/۴۰۷ ج ۲۳۴۶۵)

۳: معرفۃ السنن والآثار للبیہقی (ق ۲/۳۶۷، ۳۶۸ مطبوع: ۲/۳۰۵ ج ۳۶۶ اب)

۴: قیام اللیل للمروزی: ص ۲۰۰

۵: مصنف عبدالرزاق (بحوالہ کنز العمال: ج ۲۳۴۶۵)

۶: مشکوٰۃ المصابیح (ص ۱۱۵ ج ۱۳۰۲)

۷: شرح السنۃ للبغوی (۴/۱۲۰ تحت ج: ۹۹۰)

۸: المہذب فی اختصار السنن الکبیر للذہبی (۲/۴۶۱)

۹: کنز العمال (۸/۴۰۷ ج ۲۳۴۶۵)

۱۰: السنن الکبریٰ للنسائی (۳/۱۱۳ ج ۴۶۸) وغیرہم، اس فاروقی حکم کی سند بالکل صحیح ہے۔

دلیل ۱: اس کے تمام راوی زبردست قسم کے ثقہ ہیں۔

دلیل ۲: اس سند کے کسی راوی پر کوئی جرح نہیں ہے۔

دلیل ۳: اسی سند کے ساتھ ایک روایت صحیح بخاری کتاب الحج میں بھی موجود ہے۔ (ج ۱۸۵۸)

دلیل ۴: شاہ ولی اللہ دہلوی نے ”اہل الحدیث“ سے نقل کیا ہے کہ موطا کی تمام احادیث صحیح ہیں۔

(حجۃ اللہ البالغہ: ۲/۱۲۴ اردو)

دلیل ۵: جناب طحاوی حنفی نے ”فہذا یدل“ کہہ کر یہ اثر بطور حجت پیش کیا ہے۔ (معانی الآثار: ۱/۱۹۳)

دلیل ۶: ضیاء المقدسی نے المختارہ میں یہ اثر لاکر اس کا صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث

دلیل: ۷۔ امام ترمذی نے اس جیسی ایک سند کے بارے میں کہا: ”حسن صحیح“ (۹۲۶ ح)

دلیل: ۸۔ اس روایت کو متقدمین میں سے کسی ایک محدث نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

دلیل: ۹۔ علامہ باجی رحمہ اللہ نے اس اثر کو تسلیم کیا ہے۔ (موطا بشرح الزرقانی: ۱/۲۳۸ ح ۲۳۹)

دلیل: ۱۰۔ مشہور غیر اہل حدیث محمد بن علی النہوی (متوفی: ۳۲۲ھ) نے اس روایت کے بارے میں

کہا: ”داستادہ صحیح“ (آثار السنن ص ۲۵۰) اور اس کی سند صحیح ہے۔

(لہذا بعض متعصب لوگوں کا پندرہویں صدی میں اسے مضطرب کہنا باطل اور بے بنیاد ہے)

## سنت خلفائے راشدین

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”فمن أدرك منكم فعليه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا

عليها بالنواجذ“

پس تم میں سے جو یہ (اختلاف) پائے تو اس پر (لازم) ہے کہ میری سنت اور میرے خلفائے راشدین محمدین کی سنت کو لازم پکڑ لے، اسے اپنے دانتوں کے ساتھ (مضبوط) پکڑ لو۔

(سنن ترمذی: ۲/۹۶۶ ح ۲۶۷۷)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ہذا حدیث حسن صحیح“

یاد رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ راشد ہونا نص صحیح سے ثابت ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اقتدوا بالذین من بعدي أبي بكر وعمر“

میرے بعد ان دو شخصوں ابو بکر اور عمر کی اقتداء (اطاعت) کرنا۔

(سنن ترمذی: ۲/۲۰۷ ح ۳۶۶۲، ابن ماجہ: ۹۷)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: ”ہذا حدیث حسن“

لہذا ثابت ہوا کہ یہ فاروقی حکم بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے، جبکہ مرفوع احادیث بھی اس کی تائید

کرتی ہیں اور ایک بھی صحیح مرفوع حدیث اس کے مخالف نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۶:

جناب السائب بن یزید (صحابی) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”كنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه بإحدى عشرة ركعة ..... إلخ“  
 ہم (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے..... إلخ  
 (سنن سعید بن منصور بحوالہ الحادوی للفتاوی: ۳۳۹/۱ وحاشیہ آثار السنن ص ۲۵۰)  
 اس روایت کے تمام راوی جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق ہیں۔ جناب جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)  
 اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”وفي مصنف سعيد بن منصور بسند في غاية الصحة“

اور یہ (گیارہ رکعات والی روایت) مصنف سعید بن منصور میں بہت صحیح سند کے ساتھ ہے۔

(المصنف فی صلوة التراويح للسيوطی: ص ۱۵، الحادوی للفتاوی: ۳۵۰/۱)

لہذا ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات قیام رمضان (تراویح) پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

دلیل نمبر ۷:

مصنف ابن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) میں ہے کہ:

”إن عمر جمع الناس على أبي وتميم فكانا يصليان إحدى عشرة ركعة إلخ“

بے شک عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی (بن کعب) اور تمیم (الداری) رضی اللہ عنہما پر جمع کیا، پس وہ

دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے۔ (۳۹۲/۲ ج ۶۷۷)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور اسی کے سارے راوی صحیح بخاری و صحیح مسلم کے ہیں اور بالا جماع ثقہ

ہیں۔

دلیل نمبر ۸:

نبی کریم ﷺ سے بیس رکعات تراویح قطعاً ثابت نہیں ہے۔

تتبعاً انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں کہ:

”وأما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف وعلى ضعفه إفتاق“

اور بیس رکعات والی جو روایت ہے، وہ ضعیف سند کے ساتھ ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

(الحرف الشدی: ۱۶۶/۱)

لہذا بیس رکعات والی روایت کو امت مسلمہ کا ”تلقی بالرد“ حاصل ہے یعنی امت نے اسے بالاتفاق رد کر دیا ہے۔

طحاوی حنفی اور محمد احسن نانوتوی کہتے ہیں کہ:

”لأن النبي عليه الصلوة والسلام لم يصلها عشرين بل ثمانين“

بے شک نبی ﷺ نے بیس نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔

(حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار: ۲۹۵/۱ واللفظ له، حاشیہ کنز الدقائق: ص ۳۶ حاشیہ: ۴)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے کہا:

”اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعات ہونا تو باتفاق ہے“ (براین قاطعہ: ص ۱۹۵)

عبد الشکور لکھنوی نے کہا:

”اگرچہ نبی ﷺ سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے بہت سی

رکعت بھی.....“ (علم الفقہ: ص ۱۹۸)

یہ حوالے بطور الزام پیش کئے گئے ہیں۔

**دلیل نمبر ۹**

امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح متصل بیس رکعات تراویح قطعاً

ثابت نہیں ہے۔ یحییٰ بن سعید الانصاری اور یزید بن رومان کی روایتیں منقطع ہیں (اس بات کا اعتراف حنفی

وقلیدی علماء نے بھی کیا ہے)

اور باقی جو کچھ بھی ہے وہ نہ تو خلیفہ کا حکم ہے اور نہ خلیفہ کا عمل، اور نہ خلیفہ کے سامنے لوگوں کا عمل، ضعیف و

منقطع روایات کو وہی شخص پیش کرتا ہے جو خود ضعیف اور منقطع ہوتا ہے۔

**دلیل نمبر ۱۰**

کسی ایک صحابی سے باسند صحیح متصل بیس رکعات تراویح قطعاً ثابت نہیں ہیں۔ وذلک عشرة کاملة

لہذا ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات سنت رسول ﷺ، سنت خلفائے راشدین اور سنت صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔

امام ابو بکر بن العری (متوفی ۵۴ھ) نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

”والصحيح ان يصلي إحدى عشر ركعة صلاة النبي ﷺ وقيامه فاما غير ذلك من الأعداد فلا أصل له“

اور صحیح یہ ہے کہ گیارہ رکعات پڑھنی چاہئے (یہی) نبی ﷺ کی نماز اور قیام ہے، اور اس کے علاوہ جو اعداد ہیں تو ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (عارضۃ الاحوذی شرح الترمذی: ۱۹/۴)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”الذي آخذ لنفسه في قيام رمضان، هو الذي جمع به عمر بن الخطاب الناس إحدى

عشرة ركعة وهي صلوة رسول الله ﷺ ولا أدري من أحدث هذا الركوع الكثير“

میں تو اپنے لئے گیارہ رکعات قیام رمضان (تراویح) کا قائل ہوں اور اسی پر عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کو جمع کیا تھا، اور یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے، مجھے پتہ نہیں کہ لوگوں نے یہ بہت سی رکعتیں

کہاں سے نکال لی ہیں؟ (کتاب التمجید: ص ۶۷۱ ج ۸۹۰، دوسرا نسخہ: ص ۲۸۷)

قارئین کرام!

متعدد علماء (بشمول علماء احناف) سے گیارہ رکعات (تراویح) کا سنت ہونا ثابت ہے، چونکہ ہمارے

پیارے نبی ﷺ اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے گیارہ رکعات ثابت ہیں۔ جیسا کہ اوپر

گزارا ہے۔ لہذا ہمیں کسی عالم کا حوالہ دینے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ وفيه كفاية لمن له دراية





# فہارس

## فہرست اطراف

۲۸	و اما ان يقول قاتل
۲۸	والذي يجب أن يقال
۵۰	والراجع أن يصلى إحدى
۸۳	والصحيح أن يصلى إحدى عشرة
۵۳	وقد نقل أبو بكر القفال
۱۲	وما توفيقى إلا بالله
۱۶	وما علينا إلا لبلاغ
۶۸	و واحد من هذين
۳۹	هي صلوة رسول الله ﷺ
۵۳	يحتمل أن يكون مراده

## فہرست رجاء

۶۶	آدم (بن ابی ایاس)
۲۹	آدمی
۵۳	ابراہیم بن ابی سحی
۳۷	ابراہیم بن محمد الاسفرائی
۸۱، ۳۳، ۳۲، ۱۲	ابن ابی شیبہ
۳۱، ۱۳	ابن ابی لیلی (محمد)
۵۳، ۳۹، ۳۶، ۳۸، ۲۹، ۲۸، ۱۶	ابن تیمیہ
۷۷، ۷۶، ۱۹	ابن حبان
۷۸، ۷۷، ۷۳	ابن حجر عسقلانی
۷۷، ۱۹	ابن خزیمہ
۲۶	ابن عابدین
۵۳	ابن عبد البر
۳۹	ابن عربی (ابو بکر)
۳۹	ابن ثدامہ
۶۷، ۱۹	ابن قیم
۳۳	ابن مغیث
۳۳	ابن ابی ملیک
۶۶	ابن المنذر

۱۵	الآيات بعد الماتين
۵۵	أحسبه موضوعاً
۸۰	أقتدوا بالذين من بعدي
۶۲	ألا لعنة الله على الظالمين
۱۷	إن الحمد لله
۸۱	إن عمر جمع الناس على أبي
۶۷	إن هذا القرآن أنزل
۷۰	أنا مقلد
۵۸	إنها سنة
۳۳	ثم اختلف في قيام رمضان
۱۳۰	الحمد لله رب العالمين
۸۳، ۳۳	الذي أخذ به نفسي
۶۱	شرط المقلد أن يسكت
۳۲	فالمقلد ذهل
۴۹	فإن ذلك من التوافل
۳۲	فالمقلد ذهل
۸۰	فمن أدرك منكم فعليه بستي
۵۲	فيبقى ناس جهال
۷۳	كان رسول الله ﷺ يصلى
۸۱	كما تقدم في زمان عمر بن الخطاب
۶۹، ۱۸، ۱۳	لا جمعة إلا بخطبة
۷۵	لا وتران في ليلة
۱۲	لا يقرنوا خلف الامام
۸۲، ۶۰	لأن النبي ﷺ لم يصلها عشرين
۷۰	لسنا مقلدين
۷۳	ما كان يزيد في رمضان
۲۲	المسلمون على شروطهم
۵۵	من كثرت صلاحه بالليل
۵۳	نعم على مذبح أهل المدينة

۲۹	امداد اللہ کی	۷۷، ۱۵	ابن مہدی (عبدالرحمن)
۷	اندراگانڈھی	۶۰	ابن نجیم
۲۱	انس بن مالک	۶۰	ابن صیرہ
۸۱، ۷۵، ۶۹، ۶۰، ۴۴، ۲۷، ۱۶	انور شاہ کشمیری	۷۴، ۷۰، ۶۰، ۳۹، ۱۲	ابن حمام
۶۶	ایوب	۸۳، ۳۹، ۳۳	ابوبکر بن العربی
۸۰	باجی	۳۱	ابوبکر بن عیاش
۶	بن باز (عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز)	۵۳	ابوبکر القفال
۸	بشیر احمد قادری	۷۸	ابو حاتم الرازی
۸۱، ۷۸، ۷۷، ۶۷، ۵۷، ۱۸	بخاری	۵۸	ابوالحسن عمودی
۶۶، ۵۷، ۳۱، ۱۸	تہقیق	۴۲	ابوالحسن
۲۶، ۲۵	بسرۃ رضی اللہ عنہا	۶۹، ۶۱، ۶۰، ۵۴، ۴۶، ۴۴، ۳۵، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷	ابو حنیفہ
۵۲	بشر بن غیاث السریسی	۱۹	ابوداؤد
۷۸	بوصری	۷۶	ابوالریح الزاہری
۷۰	پالن پوری	۷۷، ۵۷	ابوزرعہ
۷	پنڈت سری رام	۷۳	ابوسلمہ بن عبدالرحمن
۸۰	ترمذی	۵۸، ۵۷، ۵۶	ابوشیبہ (ابراہیم بن عثمان)
۸۱، ۶۳	قیم داری	۵۳	ابویعلیٰ
۷۰، ۶۹، ۷	تھانوی (اشرف علی)	۵۲	ابو نعیم الاسمانی
۷۷	تھانوی (ظفر احمد)	۷۸	ابویعلیٰ
۵۵	ثابت بن موسیٰ الزاہد	۵۳	ابویوسف قاضی
۳۸، ۶	جانابا مرزا	۸۱، ۷۸، ۶۳	ابی بن کعب
۴۷	جابر بن سمرۃ	۱۲	احسن ثانوتی (محمد احسن)
۷۸، ۷۷، ۷۵، ۶۱، ۱۲	جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۶۳، ۶۲، ۶۰، ۵۳، ۴۱، ۲۷	احمد بن حنبل
۷۷	جریر بن عبدالحمید	۳۳	احمد بن عمر القرطبی
۷۶	جعفر بن حمید	۹	احمد رضا خان بریلوی
۲۲	جمیل، ابوسیف	۲۱	احمد علی لاہوری
۵۴، ۱۳	چن محمد قاری	۱۹	اسحاق بن ابراہیم الثریدی
۴۳	حارث بن عبداللہ حمدانی	۵۵	اسحاق بن دھب
۱۸	حاکم	۵۳، ۵۰، ۳۷، ۲۹، ۹، ۸، ۷	اشرف علی تھانوی
۵۸، ۴۹	حبیب الرحمن	۳۳	اھلب بن عبدالعزیز
۵۲	حسن بن زیاد اللؤلؤی	۳۵	اقبال عابد قاری
۷	نسین احمد مدنی	۶۳	اکرام الرحمن دیوبندی
۶۸	الحسین بن الحسن بخاری	۲۱، ۲۰، ۱۴	ام یحییٰ

۷۴،۵۳	زیلی	۵۷،۵۵	حکم بن حنیہ
۸۱،۶۴	ساعب بن یزید	۶۶	حامد بن زید
۶۴،۶۹	سکی	۶۲	حنبل
۷۸،۶۳،۶۱	سرفراز صفر	۲۴،۲۴،۱۳	خالد محمود سومرو
۴۴	سعید بن جبیر	۵۶،۵۵	خزیمہ بن ثابت
۶۷	سفیان ثوری	۷۰،۳۸،۷	خضر علیہ السلام
۲۳	سکندر چاکیرانی	۴۲	خلف
۷۰،۵۴،۳۲	سلطان باہو	۸۲،۴۰،۲۶،۱۳	خلیل احمد سہارنپوری امپھوی
۱۷	سلطان کوہاٹی	۲۷	خیر محمد جالندھری
۳۰	سلطان محمود بریلوی	۷۰،۵۷،۵۵،۱۹،۱۸	دارقطنی
۴۳	سویہ بن غطفہ	۴۴	داود بن قیس
۷	سیوارام سوار	۶۰	الدبری
۸۱،۷۴،۷۰،۶۹،۶۴،۶۱،۴۹،۳۹،۳۸،۲۷،۱۶	سیوطی	۱۵	درویش
۶۴،۶۰،۴۶،۲۷،۲۱،۱۶	شافعی امام	۳۰	دھرم کوٹی
۶۱	شافعی	۳۱	دوست محمد قریشی
۷	شیر احمد عثمانی	۷۸،۷۷،۵۵،۴۷،۱۹	ذمی
۴۳	شمیر	۵۳	الرافعی
۵۷،۵۵،۴۲	شعبہ	۷	رام سہائے
۴۳	قصی	۷	رام لال
۲۱،۱۳	شمس الحق شاہ	۴۲	ربیع
۶۹	شوکانی	۲۵	ربیعہ الرائے
۱۶	صادق یالکوٹی	۲۴	رحمت الہی محمدی
۵۰،۴۹	صدیق حسن بھوپالی	۱۶،۷	رشید احمد گنگوہی
۷۸،۷۶	طبرانی	۳۷،۳۷،۱۶،۵	رشید احمد لدھیانوی
۷۹،۵۳،۱۲	طحاوی	۱۹	روپڑی (عبداللہ)
۹۲،۷۰،۶۹،۶۰،۳۹،۱۲	طحاوی	۳۱	الروڈ باری
۱۰،۸،۷	طیب دیوبندی	۵۲،۲۱	زائد الکوشی
۷	عاشق الہی میرٹھی	۶۳	زہیر بن محمد
۷۴،۷۳،۴۷،۳۵،۳۴،۲۶	عائشہ	۲۹	زفر
۷۶	عبداللطیف بن حماد	۲۲	زکریا خلیف
۲۳	عبدالجلیل	۱۶	زہری
۳۳	عبدالحق اسماعیلی	۷۰	زید بن علی
۵	عبدالحق عثمانی	۷۰،۴۱	زیدی

۵	عنایت اللہ شاہ گجراتی	۲۹	عبدالحمد سنواری
۷۷	یحییٰ بن جاریہ	۷۴، ۵۵، ۵۴، ۱۶	عبدالحی کھنوی
۷۴، ۵۳، ۳۹، ۳۲	یعنی	۴۴	عبدالرحمن بن اسود
۸	غلام احمد قادیانی	۷۷	عبدالرحمن بن محمدی
۴۷	غلام فرید خواجہ	۲۶	عبدالمسیح رامپوری
۸، ۶	غلام قادر قادیانی	۸۲، ۱۲	عبدالحکیم کھنوی
۶۶، ۴۲	غندر	۶	عبدالعزیز بن باز
۳۲	قاروقی	۴۷	عبدالعزیز دہلوی
۷	فرید الوحیدی	۶۱	عبدالقادر قارن
۷	فضل الرحمن گنج مراد آبادی	۲۲	عبداللطیف تبسم
۴۱	قادیانی مرزا	۳۵	عبد اللہ المصباح
۱۳	قاری جن محمد	۶۵	عبد اللہ بن عمر
۶۲	قارن (محمد عبدالقادر)	۲۵	عبد اللہ دامانوی
۵۰، ۱۶، ۸، ۷، ۵	قاسم نانوتوی (محمد قاسم)	۱۸	عبداللہ روپڑی
۵۳	قاضی حسین	۳۵	عبدالتین
۶۴، ۳۹، ۳۳	قرطبی	۶۶	عبید بن سعید
۷	کرم داس گاندھی	۷۶	عبید اللہ بن موسیٰ
۸، ۵	کفایت اللہ دہلوی، مفتی	۶۶	عبیدہ
۶۹، ۶۲، ۲۹	کوثری (زاہد)	۶۵	عثمان
۳۸	گنگوہی (رشید احمد)	۵۳	عزیز الرحمن
۷	لالہ بیگم تھہ	۵۷	عسقلانی
۳۱	لعل شاہ بخاری	۶۹، ۲۰، ۱۳	عطاء بن ابی رباح
۶۹، ۲۹	لکھنوی	۳۳	عطیہ سالم
۸۳، ۶۵، ۶۰، ۳۶، ۴۳، ۳۸، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۲۷	مالک	۵۵، ۲۹، ۱۲	علی بن ابی طالب
۷۶	مالک بن اسماعیل	۶۷، ۶۶، ۶۵	علی بن الجعد
۶۱	مالکی	۴۲	علی بن ربیعہ
۲۲	مبشر احمد رہانی	۲۵، ۲۴، ۱۵	علی محمد حقانی
۷۳	محمد (علیہ السلام)	۲۲	علی محمد سیال
۳۱	محمد آبادی	۵۵	عمار
۳۱	محمد احتشام الدین مراد آبادی	۷۱	عمران لاہوری
۸۲، ۶۰، ۸، ۷	محمد احسن نانوتوی	۸۲، ۸۰، ۷۹، ۷۵، ۶۰، ۴۱، ۳۳	عمر بن الخطاب
۶	محمد احمد	۵۵	عمر بن الحصین
۶	محمد اسلم زاہد	۷۰، ۴۱	عمر بن خالد الواسطی

۱۳	مسعود احمد خان	۹	محمد امجد بریلوی
۸۱، ۱۸	مسلم	۱۷، ۹	محمد امین صفدر
۶۶	مسلم بن ابراہیم	۷	محمد ایوب قادری
۶۵	معاویہ	۱۱	محمد بن ابی لیلیٰ
۳۱	مغیرہ بن زیاد	۷۳، ۵۳، ۵۲	محمد بن الحسن البھیمانی
۳۸	مفرورجی	۷۶	محمد بن حمید الرازی
۴۷	ملا علی قاری	۶۶	محمد بن عبداللہ بن عبدالاعلیٰ
۷۸، ۳۸	المنذری	۶۱	محمد عبدالقدوس قارن
۷	غشی تلسی رام	۲۹	محمد عثمان خواجہ
۷	غشی موتی لال	۱۹	محمد بن علی الآجری
۷	غشی ہردواری لال	۱۹	محمد بن علی بن زحر
۲۳	منیر احمد	۸۰	محمد بن علی النعموی
۵	مودودی	۱۹	محمد بن عوف
۶	میاں محمد افضل	۲۱	محمد بن ابی یعلیٰ
۲۰	ناصر الدین البانی	۵۸	محمد پالن حقانی
۷۰، ۳۸	نانوتوی (محمد قاسم)	۱۵	محمد جو تارگزمی
۴۹	نذیر احمد رحمانی	۸	محمد حسین بنالوی
۴۷، ۳۸، ۶	نذیر حسین دہلوی	۲۲	محمد حسین ظاہری
	نسائی	۲۳	محمد زبیر (شجرہ نسب)
۶۶	نضر بن شمل	۵۸	محمد زکریا تبلیغی
۵۰، ۴۹	نور الحسن	۶۵، ۲۹	محمد شفیع دیوبندی
۶۷	نووی	۲۳	محمد عظیم
۴۹، ۱۶	وحید الزمان	۱۷، ۱۳	محمد عمران لاہوری
۷۹	ولی اللہ دہلوی	۲۳	محمد مرید
۲۱	ولی محمد	۶	محمد میاں
۷۸، ۷۷	حبیبی	۹	محمد نعیم ملتانی
۶۶	یحییٰ القطان	۲۵	محمد ولی درویش
۸۲	یحییٰ بن سعید الانصاری	۶۳، ۸	محمد یوسف لدھیانوی
۸۲	یزید بن رومان	۲۲	محمود اکاژوی
۲۵	یزید بن ابی زیاد	۱۲	مختار
۷۶	یعقوب بن عبداللہ	۲۲	مختیار علی
۳۳	یونس بن عبداللہ بن محمد بن مغیث (ابن مغیث)	۴۱	مرزا قادیانی
		۵۷	المزی